رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

إِنَّهُ آوَى الْقَرْيَة

الحکم

جو ہر ہفتہ اتوار کو قادیان سے | دو امنی شفا منی غرض دارالامان سے

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ (۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے یہ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم امداد والوں کو رعایت

نمبر ۱۲ | دارالامان قادیان مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء مطابق ۴ صفر ۱۳۲۳ھ | جلد ۹

فہرست مضامین

منار کے لئے چندہ

چونہ اور دیگر ضروری اسباب اور سامان جمع ہو گئے ہیں۔ کام شروع ہونیوالا ہے آج حضرت اقدس امام الزمان علیہ السلام نے فرمایا کہ چندہ کیلئے خاص تحریک کرنی چاہئے۔ اسوقت کم از کم پانچہزار روپے کی ضرورت ہے۔

فرمایا ہر شخص یقین کر یہ پانچہزار آدمی جماعت میں ایک ایک روپیہ دیں تو بہت جلد یہ سالی اتنی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ از بسکہ یہ دن الٰہی تحریکات کے اور صدقات کے ایام ہیں امید ہے کہ ہمارے بھائی بلد توجہ فرما کر اس کار خیر میں روپوں کے دور کرنے کا ثواب حاصل کرینگے شہروں کی جماعت اپنے شہری پر اکتفا نہ کریں بلکہ جن دیہات میں ان کے علاوہ احمدی ہیں انہیں بھی اطلاع دیں اسلئے کہ بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضوان حاصل کرنے کا موقعہ مل جائیگا۔

امید ہے کہ اس اطلاع اور اعلام کے بعد ہر بھائی خاص توجہ اور جوش سے ہر کر قدم اٹھائیں گے۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم ۱۰ اپریل

خوفناک زلزلہ کے متعلق خبریں اور اطلاعین

ہندوستان میں زلزلہ۔ ۴۔ اپریل کو ۶ بجے ۱۰ منٹ صبح کے وقت شملہ میں سخت زلزلہ محسوس ہوا۔ مگر جہانتک معلوم ہو سکا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ۶ بجے ۱۰ منٹ صبح راولپنڈی میں نہایت سخت زلزلہ محسوس ہوا اور تقریباً ۵ سکنڈ تک رہا۔ جہانتک خیال کیا جاتا ہے اس کے سبب سے عمارتیں پانچ پانچ انچ تک حرکت کرتی تھیں۔ زلزلہ کی رفتار شمال مغرب کو جنوب مغرب کی طرف تھی کچھ نقصان نہیں ہوا۔

بعد کی خبر: شملہ میں زلزلہ سے سخت نقصان پہنچا۔

شمالی ہند میں زلزلہ: (شملہ ۴۔ اپریل) آج چھ بجکرہ منٹ صبح کے شملہ میں زلزلہ کا نہایت سخت صدمہ محسوس ہوا۔ اس سے زیادہ خطرناک زلزلہ ابتک آیا تھا حرکت تین منٹ تک محسوس ہوتی رہی۔ جس سے گرانٹ ہوٹل اور دیگر عمارات کو سخت نقصان پہنچا۔ کئی دود کش گر گئے اور بازار میں کئی مکانات کے گر جانے کی رپورٹ ہوئی ہے۔ گرینڈ ہوٹل کو صدمہ پہونچا۔ اس کا ایک مکین بال بال بچا۔ اس کے بعد متعدد خفیف زلزلے آئے۔ ان میں سے آخری ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر محسوس ہوا۔

مسوری: ۴۔ اپریل۔ آج چھ بجکر ۱۰ منٹ صبح کے ایک نہایت خوفناک اور بہ دور زلزلہ میں آیا نقصان ہنوز معلوم نہیں ہوا۔ رخ مشرق سے مغرب کی جانب تھا۔ پہلا اور سخت ترین صدمہ تقریباً تین منٹ تک محسوس ہوتا رہا۔ چار یا پانچ متمیز صدمے محسوس ہوئے۔

شملہ ۴۔ اپریل: ۶ بجکر پانچ منٹ صبح کے سخت زلزلہ آیا۔ جو کئی منٹ تک رہا۔ نصف گھنٹہ بعد تک چھوٹے چھوٹے صدمے محسوس ہوتے رہے۔

پٹھان کوٹ: کہتے ہیں کہ دہرم سالہ کا سٹیشن زلزلہ سے برباد ہو گیا ہے۔ تمام مکانات زمین کے ہم سطح ہو گئے ہیں۔ بچنے کر سے بعض یورپین دہشت سے دیسی تلف ہوئے۔ لیڈیاں اور بچے تکلیف ہوا میں سوئے ہیں۔ غذا میسر نہیں آئی۔

ڈیرہ دون: ساڑھے چھ بجے صبح کے خوفناک زلزلہ آیا اس کا رخ بظاہر مشرق سے مغرب کی جانب تھا۔ اس کے چھ صدمے محسوس ہوئے۔ پہلا نہایت سخت تھا۔ جو پورے پانچ منٹ تک رہا۔ مکانات اور درخت یوں کی طرح ہل رہے تھے۔ روس کیتھولک گرجا بالکل برباد ہو گیا۔ اور کئی مکانات کثرت شکست و ریخت سے ناقابل رہائش ہو گئے بعض دیسیوں کے ہلاک ہونے کی رپورٹ ہوئی ہے۔

امرت سر: آج صبح زلزلہ کے سخت صدمات محسوس ہوتے رہے جس سے شہر میں بہت وسیع نقصان ہوا۔ ریلوے سٹیشن کا ایک حصہ منہدم ہو گیا اور کرشن چرچ کا گنبد نیچے گر لیا۔ چند اشخاص مکانوں کو چھوڑ کر کھلے میدانوں شملہ باغ سنت سنگھ مضافات، تالاب ٹنڈا وغیرہ میں چلے گئے۔ نقصان کا اندازہ کئی لاکھ روپے اور متعدد جانوں کا کیا جاتا ہے۔ امرتسر سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ترن تارن میں بھی زلزلہ آیا۔ جہاں نو آدمی ہلاک اور مجروح ہوئے۔

مختلف شہروں سے زلزلہ کی خبریں

(نامہ نگاروں کے اخبار سے)

کوہ مری: (۴۔ اپریل) آج صبح چھ بجکر ۵ منٹ پر یہاں زلزلہ اس زور شور سے آیا کہ اکثر مکانات کی چھتیں گر پڑیں۔ اور اکثر میں دراڑیں پڑ گئیں۔ چنانچہ جنرل ہاسپٹل کا ایک حصہ گر پڑا اور سیرو گواڑی کی ایک بارک کی ایک چھت گر پڑی۔ اور دیواریں کئی بارکوں کی شکستہ ہو گئیں۔ اور دراڑیں پڑ گئیں۔ سنا گیا ہے کہ ریاست کو نہار میں اکثر مکانات گر پڑے اور بہت سے جانور اور چند جانوں کا نقصان ہوا (راقم محمد شریف نامی)

امرتسر: (۴ اپریل) خدا نے آج تو بچا لیا۔ اس کا فضل اور کرم رہا۔ ورنہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی۔ مکانوں کے اوپر کی منزل اور بہت سے مکان جرے اور نیز لوگوں کے بالکل خراب ہو گئے۔ میں اسوقت باغیچہ میں سعد عیال چلا گیا تھا۔ ۶ بجے ۳۰ یا ۷ ہوں

آسیب نہ پہونچے بلکہ حضرت نوح کے زمانہ کی طرح مسیح کے اترنے سے پہلے امن اور جمعیت سے آباد ہوں اور مسیح کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں۔

سوائے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ یہ سب استعارات ہیں حقیقت پر ہرگز محمول نہیں حضرت مسیح کا مطلب صرف اتنا ہے کہ وہ دین کے لئے ایک تاریکی کا زمانہ ہوگا اور ایسی ضلالت کی تاریکی ہوگی کہ اسوقت نہ آفتاب کی روشنی سے جو رسول مقبول اور اوسکی شریعت اور اوسکی کتاب ہے لوگ انکھیار ہوں گے کیونکہ اون کے نفسانی حجابوں کیوجہ سے آفتاب شریعت انکے لئے اندھیرا ہو جائیگا اور ماہتاب بھی انہیں روشنی نہیں دیگا یعنی اولیاء کے وجود سے بھی انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ دنیا کی طرف جھک جانے سے مردان خدا کی محبت ان کے دلوں میں نہیں رہے گی اور آسمان کے ستارے گر پڑینگے یعنی حقانی علماء فوت ہو جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی یعنی آسمان اوپر کیطرف کسی کو کھینچ نہیں سکے گا۔ دن بدن لوگ زمین کیطرف کھینچے چلے جائیں گے اسوقت نہ لڑائیاں ہوں گی اور نہ عام خلائق کے امن اور عافیت میں خلل ہوگا بلکہ نوح کے زمانہ کیطرح ایک امن بخش گورنمنٹ کے تحت میں[+] وہ لوگ زندگی بسر کرتے ہوں گے جن میں مسیح موعود نازل ہوگا یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت نوح کا زمانہ باعتبار اپنی معاشرت کے اصولوں کے نہایت امن کا زمانہ تھا لوگ اپنی لمبی لمبی عمروں کو نہایت آسائیش اور امن خیر و عافیت سے بسر کر رہے تھے اسی وجہ سے لوگ سخت درجہ کے غافل ہو گئے تھے معلوم نہیں کہ اسوقت کوئی شخصی سلطنت تھی یا جمہوری اتفاق سے اس درجہ پر عام خلائق کیلئے ہر طرح سے آسودگی پیدا ہو گئی تھی بہر حال اوس زمانہ کے لوگ آرام پا گئے تھے اور امن اور عافیت میں زندگی بسر کرتے تھے اس زمانہ کے اون لوگوں سے بہت مشابہ ہیں جو گورنمنٹ برطانیہ کے سایۂ عاطفت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں گورنمنٹ کی طرف سے جسقدر اسباب آرام اور امن اور خوشحالی کے رعیت کے لئے مہیا کئے گئے ہیں اونکا شمار کرنا مشکل ہے گویا انکی اس زندگی کو ایک نمونہ بہشت کا بنا دیا گیا ہے لیکن نہایت درجہ کے آرام پانے سے اور نہایت درجہ کے امن کیوجہ سے یہ آفت دو پیدا ہو گئی ہے کہ دنیا کی زندگی نہایت شیرین متصور ہو کر دن بدن انکی محبت دلوں میں بڑھتی جاتی ہے جسطرف نظر ڈال کر دیکھو یہی خواہش جوش مار رہی ہے کہ دنیا کی ہر مراد حاصل ہو جائے اور بباعث اس سہیل جانے کے دنیا کی ہر ایک چیز کا قدر بڑھ جاتا ہے وہ مزروعہ زمین جسکو سکھوں کے عہد میں کوئی مفت بھی نہیں لے سکتا تھا لاکھوں روپیوں پر فروخت ہو رہی ہے اور یہاں تک معاد کی راہیں کھل گئی ہیں کہ لوگ نجاست اور ہڈیوں کی فروخت سے وہ فوائد حاصل کرتے ہیں کہ اس سے پہلے زمانوں میں اعلےٰ درجہ کے کھیتوں کی فروخت میں وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ صرف یہی آرام کی صورتیں ہیں بلکہ نظر اٹھا کر دیکھو تو تمام اسباب معاشرت و حاجات سفر و حضر کے متعلق وہ آرام کی سبیلیں نکل آئی ہیں جو اس سے پہلے وقتوں میں شاید کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی پس اس مبارک گورنمنٹ کے زمانہ کو اگر اس امن کے زمانہ سے مشابہت دیجئے جو حضرت نوح کے وقت میں تھا تو یہ زمانہ بلا وجہ اسکا مثیل غالب ہوگا۔

اب غور کرو کہ کسطرح پر اس زمانہ کو نوح کا سا زمانہ قرار دیا اور ادہر حضرت مسیح اللہ کو نوح کہا گیا پھر ملک اور قوم کی مذہبی اور دینی حالت کو ظاہر کیا اور اگر عام طور پر بھی اسکا مفہوم لیا جاوے تو کسوف خسوف اور ستاروں کے ٹوٹنے سے بھی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ پھر اسی انجیل کے اسی ۲۴ باب میں بتایا ہے کہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ مری اور کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔

اگر یہ باتیں اپنے اندر کوئی حقیقت نہ رکھتی تھیں اور معمولی آفتیں تھیں تو کیوں یہ پیشگوئی قرار دی گئیں۔ ہر چند یہ باتیں عام ہیں لیکن انکی اصلیت میں ایک خصوصیت ہے اب اسوقت ہر قسم کے نشان پورے ہو رہے ہیں اور دنیا دیکھ رہی ہے۔ خدا کے موعود مسیح نے ہر راہ سے ان لوگوں کو سمجھایا مگر اکثروں نے انکی باتوں کو ٹھٹھوں میں اڑایا اور اسپر ہنسی کی یہانتک بدزبانی اور لعن طعن میں ترقی کی کہ زمین اس لعنتی نسل کو زیادہ دیر تک اپنی پشت پر رکھنے کے ناقابل ثابت ہوئی۔

اور آخر خداوند تعالےٰ کا دوسرا حملہ جو عظیم الشان نشان ہے ۴-اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو ایک خطرناک زلزلہ کی صورت میں نمودار ہوا اور یوں خدا کا وعدہ پورا ہوا

اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ

۳-اپریل کی شام تک کسی کو بھی کوئی خبر نہ تھی کہ ۴-اپریل کی صبح بے شمار انسانوں کو نیست و نابود کر دے گی اور لاکھوں لاکھ مکانات تباہ ہو جائیں گے۔ اور یوں خدا تعالےٰ کی وہ وحی بھی (جو اسنے تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے شائع کی تھی) پوری ہو جائیگی۔

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّہَا وَ مُقَامُہَا

جو وقت یہ پیشگوئی شائع ہوئی معمول کے موافق جلد باز اور بے باک لوگوں نے اسپر ہنسی اڑائی اور خوشیاں کیں۔ خدا تعالےٰ کی یہ وحی الحکم نمبر ۱۸ جلد ۸ کے صفحہ ۲ پر ۳۱-مئی ۱۹۰۴ء کو شائع کی گئی تھی۔ پھر اسی تاریخ کے الحکم میں خدا تعالےٰ کی یہ وحی بھی شائع ہوئی۔

سلام علیکم طبتم

جو بظاہر صاف بتاتی ہے کہ جب ایسی حالت اور آفت پیدا ہوگی اوسوقت تمہیں سلامتی ہوگی ایسا ہی اس سے پہلے ۲۸-اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک الہام ہوا جو انہیں ایام میں بعینہٖ الحکم میں چھاپ دیا تھا۔

امن است در مکان محبت سرائے ما

ان وحیوں پر نظر کرو۔ اگر کوئی خطرناک وقت آنیوالا نہ تھا تو نوح کی طرح کشتی بنانے کا حکم کیوں ہوا۔ اور پھر یہ کیوں فرمایا کہ سلام علیکم طبتم پھر امن است در مکان محبت سرائے ما۔ یہ ساری باتیں کسی آنیوالے خطرہ کو ظاہر کر رہی ہیں۔ جو معمولی خطرہ نہیں ہوگا۔ پھر خود اسی سال میں اس خوفناک زلزلہ سے پہلے ۲۷-فروری ۱۹۰۵ء کو دکھایا گیا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا موتا موتی لگ رہی ہے اور پھر ۱۰-مارچ ۱۹۰۵ء کو الہام ہوا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا اور ایسا ہی ۹-جنوری کا کشف اور الہام جو ۱۰-جنوری ۱۹۰۵ء کے الحکم میں چھپا ہے

ایک چونکا دینے والی خبر۔

ان سب پیشگوئیوں کو یکجا جمع کرو۔ اور دیکھو کہ کیا یہ کسی معمولی واقعہ کی خبر دے رہی ہیں یا کسی عظیم الشان امر کی۔ اور وہ امر بھی ایسا امر نہیں جو خوشی کا ہو بلکہ خطرناک ہے اور اس میں خود حضرت مسیح موعود کی ہر طرح سے سلامتی ہے۔ یہ ساری باتیں قبل از وقت شائع ہوئیں۔ یہانتک کہ وہ موعود گھڑی آ پہونچی۔ اس سے پانچ روز پیشتر پھر اللہ تعالےٰ نے بطور بشارت القا فرمایا

سلاماً سلاماً

یہ الہام ۳۱-مارچ ۱۹۰۵ء کو الحکم کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔ اب غور کن طبیعت اور انصاف پسند دل لیکر خدا کے لئے سوچو کہ کیا کوئی مفتری منصوبہ باز ایسی پیشگوئیاں کر سکتا ہے۔ پھر ایسی پیشگوئیاں جو اسکے دست تصرف اور حیطہ قدرت سے باہر ایک ہی قانون قدرت کے نیچے جس میں وہ اور اسکے مخالف سب موجود ہیں اور پھر اس میں اپنی سلامتی کا زور سے دعوےٰ کرتا ہے۔

سوچو اور ان آیات اللہ کو بے قدری کی نگاہ سے مت دیکھو اور ہنسی میں مت اڑاؤ۔ خدا تعالےٰ نے یہ نشانات عبرت کے لئے ظاہر کئے ہیں لیکن اسپر بھی تم ہنسی کرتے اور انکو ٹھٹھے میں اڑاتے ہو۔

اے بدقسمت! لوگو! تم کہاں گرے! کونسی چھپی ہوئی بدکاریاں اور بداعمالیاں تمہیں جو تمہیں پیش آگئیں تم نے نشان پر نشان دیکھے مگر تم نے انہیں مشکوک کرنا چاہا اور لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔ تمہیں رحمت اور فضل کے نشان دیئے گئے تم نے انہیں کافی نہ سمجھا اور خدا کے زور آور حملوں سے اسکی نذیر کی سچائی کی آزمائش چاہی!

اے! اگر تم میں ذرہ بھی نیکی ہوتی تو خدا تمہیں ضائع نہ کرتا ابھی کچھ وقت باقی ہے اگرچہ تم بہت سا ثواب کھو چکے لیکن در توبہ باز ہے باز آجاؤ! کیا تم خدا تعالےٰ سے اس بیوقوف کی طرح لڑو گے جو زور آور کے آگے سے ہٹ نہیں جاتا یہانتک کہ مار سے پیسا جاتا اور کچلا جاتا ہے یہانتک کہ ہڈیاں چور ہو کر اور وہ ادہ موا ہو کر زمین پر گرتا اور پھر درد وں سے بیتاب ہو کر کراہتا ہے۔ دیکھو! یہودیوں نے خدا تعالےٰ سے جنگ کی اسکے برگزیدہ مسیح کو انہوں نے قبول نہ کیا بلکہ اسکی اذیت رسانی میں انہوں نے شور سے کئے انہوں نے کیا پھل پایا تم اس جنگ سے کیا لو گے؟

دیکھو! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا کے مسیح سے وہ تمام نشان اور کام ظاہر ہو رہے ہیں۔ جو خدا کے مرسلوں اور تائید یافتہ بندوں سے ہوا کرتے ہیں تم ان نشانات کو دیکھکر بھی اپنے آپ کو دانستہ ہلاکت میں نہ ڈالو! بدظنیاں چھوڑ دو بدگمانیوں سے باز آجاؤ! انکا انجام اچھا نہیں۔ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ مرسل کی توہین سے آسمان سرخ ہو رہا ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا تعالےٰ اپنے جلال میں ہے اپنے بندے کے لئے اسکی غیرت جوش زن ہے اور در و دیوار حجر و شجر لرزہ میں۔ اس جوش اور لرزہ کو اب بچوں تک نے بھی دیکھ لیا مگر آہ! تم دیکھنے والے نہ ہوئے۔ کہاں ہے وہ عقل جو سمجھ سکتی ہے

[+] حاشیہ۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں شائع حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے اگر یہ امن اور آزادی اور بے تعصبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے ہلاک نہ کئے جاتے تم ہوا کہ یہ امن اور آزادی اور بے تعصبی اسوقت کے قیصر و کسریٰ کی گورنمنٹوں میں ہوتی تو وہ بادشاہتیں اب تک قائم رہتیں۔ منہ

کہاں ہیں وہ آنکھیں جو وقتوں کو پہچانتی ہیں آسمان پر ایک حکم لکھا گیا کیا تم اس سے ناراض ہو؟ کیا تم رب العزت سے پوچھو گے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اے نادان انسان باز آجا کہ

صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیری کچھ بھی بہتری نہیں

خدا کا مامور تم کو ایک عرصہ پہلے یہ الہام سنا چکا ہے انی انا الصاعقہ پس خدا سے ڈر جاؤ اور اسکے **جلال** کے سامنے سجدہ کرو۔

غرض

ان سب واقعات کو یکجا جمع کر کے غور کرو اور خدا کے مامور و رسل کی توہین سے باز آجاؤ۔

اب میں مختصر طور پر اس زلزلہ کے متعلق ذکر کرتا ہوں جسکے متعلق یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے میں خدا تعالے کا یہ **نشان** عظیم الشان قہری نشان اور زور آور حملہ تھا۔

۳ اپریل کی شام تک کسی شخص کو یہ خبر نہ تھی کہ کل صبح کیا ہونے والا ہے۔ سرکاری محکمہ علم ہیئت نے بھی کوئی پیشگوئی اس زلزلہ کے متعلق نہ کی تھی عام نجومیوں اور پنڈتوں کی پتریاں اور قیافہ دانیاں بھی ختم ہو چکی تھیں اور کسی نے کوئی خبر اسکے متعلق قبل از وقت شائع نہیں کی تھی جس سے اس نشان کی اور بھی **عزت** اور **عظمت** ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسی اطلاعیں شائع ہو چکی ہوتیں تو **مخالف** ہاں بد اندیش مخالف کہہ اٹھتے کہ یہ کوئی نشان نہیں ہے یہ تو نجومیوں نے بھی کہدیا تھا۔

مگر خدا تعالے کی **قدرت** اور **تصرف** کو شاہد کرو کہ سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور ساری حیا دانیاں اور اسٹرالوجر خاموش رہ گئے۔ اور ٹھیک اسی طرح جیسا کہ خود حضرت مسیح نے کہا تھا کہ اس دن اور اس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کا آنا بھی ہوگا کہ جسطرح ان دنوں میں طوفان کے آگے کھاتے پیتے بیاہ کرتے بیاہے جاتے تھے اس دن تک کہ نوح کشتی میں چڑھا اور نہ جانتے تھے جبتک کہ طوفان آیا۔"

لاعلمی کا پورا اثر رہا۔ اور جیسا کہ خدا تعالے کی مجید کتاب نے پہلے سے بتایا ہوا تھا کہ خدا کے عذاب ایسے وقت آجاتے ہیں کہ لوگ بخیال خویش مست ہوتے ہیں اور انہیں کوئی وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ کہ یکایک عذاب الٰہی آپکڑتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔ سورہ اعراف رکوع

اسی طرح یہ عذاب الٰہی نازل ہوا کسی کو اس کے آنیکا سان و گمان بھی نہ تھا۔ اور لوگ آرام سے سو رہے تھے یا بستروں سے اٹھ رہے تھے۔ اور وہ قرآن کریم کی اس آیت سے بیخبر ہو رہے تھے۔

اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ۔

یعنی کیا بستی والے اس بات سے امن میں آگئے تھے کہ ہمارا عذاب انپر رات کو آجاوے اور وہ سوتے ہی ہوں۔

اسی مضمون کو قرآن مجید نے دوسرے موقع پر اسی سورہ اعراف میں یوں فرمایا ہے۔

وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا فَجَآءَھَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ۔

ان آیات میں جو جو اوقات عذاب الٰہی کے بیان کئے ہیں انہیں انہیں اوقات پر یہ عذاب زلزلہ نمودار ہوا۔

غرض خدا تعالے کی سنت کے موافق قریباً سوا چھ بجے صبح کے یہ عذاب نازل ہوا۔ اس وقت کے حالات کا بیان کرنا نہ کسی نازک خیال شاعر کا کام ہے اور نہ کوئی دقیقہ رس مصور اسی ہیئت کو دکھا سکتا ہے ہرچند اس زمانہ میں **نظارہائے رواں** (رننگ وبوز) کی تصویریں لینے کے سامان ایجاد ہوئے ہیں مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی قلم کی گلکاری بیان کام نہیں دے سکتی۔

ابھی کچھ لوگ بستروں سے اٹھے تھے بعض سست اور نیند کے مزے لینے والے خواب راحت میں پڑے ہوئے تھے کہ یکایک ایک دھکا لگا۔ اور زمین کے نیچے خطرناک گونج پیدا ہوئی جو اس سے پہلے نہ کانوں نے سنی نہ وہم میں گذری تھی۔ اس دھکے کے ساتھ ہی **جلال** الٰہی کی ہیبت سے در و دیوار شجر و حجر پر ایک لرزہ پیدا ہو گیا اور

خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ

کا پورا نظارہ نظر آنے لگا۔ اور خدا تعالی کی قہری **تجلی** نے قلوب پر وہ اثر ڈالا جو کسی وقت **رب ارنی** کہنے والے کو **انظر الی الجبل** کے نظارہ میں نظر آئی ہوگی۔ میں اپنے نفس اور حالت پر لحاظ کر کے کہتا ہوں کہ اس وقت قریباً ہر شخص کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ وہ سراسیمہ اور دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ اور کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے معلوم نہیں **قلوب** پر کیسا فوری اور وقتاً طیسی اثر پڑا کہ بے اختیار

رَبِّ اَرْحَم رَبِّ اِرْحَم

زبان سے نکلتا تھا اگر کچھ نکلتا تھا۔ بچوں۔ جوانوں عورتوں۔ بوڑھوں کے آہ و بکا اور شور و شیون نے اس خوفناک نظارہ کو اور بھی بہیانک کر دیا تھا۔ میرے دفتر کے پاس ہی ایک ڈوہاب ہے جو قادیان کے ایک بڑے حصہ کو محیط ہے اس میں اسوقت اگرچہ بہت تھوڑا پانی ہے مگر اسوقت اس **قہری تجلی** کے نیچے آکر وہ پانی گردوں اوپر اوچھلتا تھا اور اس میں اسقدر شور پیدا ہو رہا تھا جیسے بہت بلند آبشاروں کے گرنے کی وجہ سے ہوسارا پانی دودھ کی طرح بلویا جاتا تھا۔ درختوں کا نظارہ اور بھی مہیب تھا اسی ڈوہاب کے کنارے چند بوہڑ کے بڑے بڑے درخت ہیں جو کھڑکی میں سے دکھائی دیتے تھے اسوقت وہ گھاس کی طرح لرزتے اور شاخیں زمین پر سجدہ کرتی تھیں۔

غرض جدہر نظر اٹھاؤ۔ جدہر دیکھو یہ قہری تجلی اپنا اثر کئے ہوئے تھی۔ مجھے صحیح اور سچی ان چشم دید روایت پر خبر ملی ہے کہ اسوقت جبکہ زلزلہ کا پہلا جھوکا آیا **خدا کا برگزیدہ اور معطر کیا ہوا مسیح** جسکی تائید اور تصدیق کے لئے یہ خدا کا زور آور حملہ ظاہر ہوا تھا۔ اپنی موجودہ **تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم** میں اس الہام **دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا** الا آخرہ پر قلم اٹھانے کو تھا کہ اس زور آور حملے کا ظہور ہوا۔ وہ اس **آیۃ اللہ** کو دیکھتے ہی فی الفور **سجدہ میں گر پڑا**۔

اور اس زور سے **یا حی یا قیوم استغیث برحمتک یا ارحم الراحمین** پکارتا تھا کہ اسکی آواز دور دور سنائی دیتی تھی۔ اور پاس والوں کے دلوں پر خاص اثر پیدا کر رہی تھی اور یہ قہری تجلی اپنے پورے جوش اور جلال میں بھی زبان حال سے اپنے مسیح کے استغاثہ کا جواب یوں دے رہی تھی

امن است در مکان محبت سرائے ما

اور

کبھی **سلامًا سلامًا** کی آواز در و دیوار سے نکلتی اور ملائکہ **سلام علیکم طبتم** کہتے **اور سلامت بر تو اے مرد سلامت** کی بشارت ملتی تھی۔

یہ باتیں مغالطے کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ واقعات کی بنا پر ہیں اور جو آج بھی زندہ شہادت کے لئے موجود ہیں۔ چنانچہ خدا تعالے نے اپنے ان وعدوں کے موافق اپنے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسکی پاک جماعت کو اس صدمہ سے بالکل محفوظ رکھا کسی قسم کا کوئی خفیف سا نقصان بھی نہیں ہوا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

خدا تعالی کی یہ **قہری تجلی** تین منٹ تک تو پورے زور سے رہی یہاں زلزلہ کا رخ اولاً شرقاً غرباً اور پھر شمالاً جنوباً محسوس ہوا۔ اسکے بعدوں کے مختلف اوقات میں زلزلہ محسوس ہوتا رہا۔ بلکہ ۹ اپریل ۱۹۰۵ء تک جبتک میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں دن رات کے بعض حصوں میں ہر روز محسوس ہوتا رہا۔ اور کل بھی۔

اب میں ناظرین کو ایک اور بات سنانی چاہتا ہوں جو ہمارا ازدیاد ایمان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اس قہری تجلی سے زمین اور اہل زمین نے کسیقدر سکون کیا تو آپ اہل و عیال کو لیکر باغ میں تشریف لیگئے۔ آپکو اسقدر گھبراہٹ اور خوف تھا کہ آپ کا رنگ زرد ہو گیا تھا میں خوب جانتا ہوں کہ بعض لوگ اس گھبراہٹ پر اعتراض کرینگے مگر معزز ناظرین یہ ایک بین ثبوت ہے حضرت اقدس کی سچائی کا۔ ہر کہ عارف تر باشد خائف تر باشد۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت شہادت دیتی ہے کہ جب کبھی آندھی آتی تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور ایک گھبراہٹ آپ پر طاری ہوتی کبھی اندر کبھی باہر جاتے [illegible] والسلام نے جو فرمایا [illegible] شکل میں [illegible] تباہ ہو چکی [illegible] معرفت اور خدا تعالے کے [illegible] کرتا ہے انبیاء علیہم السلام کی ذات [illegible] ہوتی ہے وہ خدا تعالی کی **قہری تجلی** [illegible] ایسے لرزاں ہوتے ہیں کہ بے باک [illegible] میں شاید ان سے بڑھ کر کوئی **شیر دل** [illegible] نظر میں انکی شجاعت اور شوکت کا اندازہ [illegible] کہاں ہو خدا تعالی کے عذاب اور قہر کا شوخی سے مقابلہ کرنا بڑی حماقت اور نادانی ہے انبیاء علیہم السلام کی شجاعت کا اندازہ کرنے کا وہ مقام ہوتا ہے کہ جب چاروں طرف سے مخالفت کا آہنی تنور انکیلئے گرم کیا جاتا ہے۔ اور ہر طرف سے مصائب اور مشکلات کے پہاڑ انپر گرانے کی سعی کی جاتی اور ہر قسم کے ستم انپر توڑے جاتے ہیں مگر وہ ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں کہ کوئی مصیبت دکھ تکلیف انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ وہ اپنی تبلیغ رسالت میں سست نہیں ہوتے اور نہیں رکتے۔ وہ وہ مقام ہے انکی شجاعت کے نظارہ کا اور یہ مقام ہے انکی بصیرت اور معرفت اور تبتل الی اللہ کے نظارہ کا۔

غرض حضرت اقدس باغ میں تشریف لے گئے ہیں اور ابھی تک باغ ہی میں ہیں + بڑی بڑی عمر کے لوگ

سلہ اسپر ایک نوٹ صفحہ ۱۲ پر دیکھو)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے فضل و کرم سے اہل بیت اور اہل و ارحبت تندرست ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان پر جو ۴۔ اپریل کو ظاہر ہوا سجدات شکر بجا لاتے اور اسکی حمد کرتے ہیں۔

۲۔ **النصرۃ الحق** نام کتاب جو حضرت اقدس لکھ رہے تھے اب اس کا نام **براہین احمدیہ حصہ پنجم** رکھا گیا ہے۔ اور وہ چھپ رہی ہے۔

۳۔ ۵۔ اپریل کو اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ نے اس نشان کے پورا ہونے پر **الدعوت** نام ایک اشتہار شایع کیا جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خادم کارخانہ الحکم کی طرف سے بطور خاص پرچہ الحکم ۶۔ اپریل کو شایع ہو گیا۔ پھر ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک عظیم الشان لیکن متنذر پیشگوئی پر مشتمل ایک اشتہار اعلیٰ حضرت نے دیا جو اسی روز کارخانہ الحکم نے خدا کے محض فضل سے شایع کیا جو الانذار کے عنوان سے الحکم میں درج ہے۔ **اعلیٰ حضرت** کا منشا ہے کہ یہ **اشتہار کثرت سے شایع ہوں** اسلئے ہر جگہ ہر ایک احمدی جماعت اسے چھپوا کر شایع کرے۔

کارخانہ دفتر الحکم کی طرف سے جو اشتہار شایع ہوتے ہیں وہ حسب رسدی کے طور پر بھیجے جا سکتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ اشتہارات کی کثرت اشاعت کا سوال قومی سوال ہے اور قوم کے حل کرنے کے قابل۔ حضرت اقدس یہ چاہتے ہیں کہ ایسے اشتہارات بہت کثرت سے شایع ہوں اور ہر ہندو مسلمان عیسائی کے ہاتھ میں پہنچ جاویں شاید کسی سلیم الفطرت کو فایدہ ہو۔

۴۔ بزرگان ملت کی صحت خدا کے فضل سے عمدہ ہے اور وہ سب حضرت اقدس کیساتھ باغ میں ہیں۔

۵۔ یکم اپریل سے مدرسہ تعلیم الاسلام کھل گیا ہے۔ تعطیلین جاری ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

۶۔ زلزلہ سے کوئی خفیف سا نقصان بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مکانات وغیرہ کو نہیں ہوا بلکہ سلسلہ عالیہ کو فایدہ ہوا ہے کیونکہ اس کے امام کی سچائی کا ثبوت ملا۔ اور ہمارے ایمان تازہ ہوئے۔

اطلاع

زلزلہ کے اہم مضمون کی وجہ سے ڈائری نہیں دی جا سکی لکھی ہوئی کا بیان روک دینی پڑی اور النصرۃ الحق کا ضمیمہ چھپا ہوا ملتوی کرنا پڑا۔ ایسا ہی دوسرے مضامین بھی نہیں جا سکے۔

حضرت اقدسؑ کے رؤیا کشوف الہامات

۲۶ مارچ ۱۹۰۵ء۔ چودھری رستم علی۔

یکم اپریل ۱۹۰۵ء۔ رات کے وقت نزول وحی ہوا۔ **محونما نار جھنم** ہم نے جہنم کی آگ کو محو کیا۔ فرمایا اجتہادی طور پر ایسا خیال ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اب قریباً طاعون کو دنیا سے اٹھانے والا ہے۔ واللہ اعلم۔ یا کچھ اس کے معنے جو بعد میں کھلیں۔

۳۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ موت دروازہ پر کھڑی ہے۔

۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے۔ اور سب لباس سر تا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہنکر کھڑا ہے۔ اسوقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ میرا منشا ہے تب دو فرشتے اور ظاہر ہو گئے اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جسکی تیز آواز سنائی دیتی تھی۔ میں نے اس طرز کے لکھنے میں ایک رعب تھا۔ میں پاس کھڑا ہوں کہ بیداری ہو گئی۔

اسی وقت حضرت اقدسؑ نے یہ خواب سنایا اور فرمایا کہ کوئی ہیبت ناک نشان ہونے والا ہے۔ اسکی تعبیر یوں ہے کہ سلطان احمد سے مراد ایسے والی در ہیں جو دلوں پر تسلط کرتے اور دلوں کو پکڑ لیتے ہیں اور نظام الدین سے مراد ایسا نشان ہے جس سے دین اسلام کی صلاحیت ہوگی اور اسکا نظام درست ہوگا۔ سیاہ لباس سے ظاہر کرتے ہیں کہ اب کوئی ڈرانیوالا نشان ظاہر ہوگا۔ اور جو کہا کہ میرا منشا ہے اس سے مراد ہے کہ یہ ہماری دعا کا نتیجہ ہے کیونکہ تعبیر سے کو ہی کہتے ہیں۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ کشف۔ عفت بنی اسرائیل۔ فرمایا بنی اسرائیل سے مراد وہ قوم ہے جس پر اس قسم کے واقعات تکلیف وارد ہوئے ہوں جیسے کہ بنی اسرائیل پر فرعون کے زمانہ میں گذرے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت بنی اسرائیل سے مشابہ ہے وہ لوگ جو بیجا خاص حملہ کرتے ہیں انکو خدا تعالیٰ نے فرعون سے مشابہت دی ہے اور پیشگوئی کا ماحصل مطلب یہ کہ ایسے بیجا حملہ کرنیوالے لوگ دکھ دیئے جائینگے اور ایسے نشان ظاہر ہونگے کہ ان باتوں کا لوگوں کے دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔

۶۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اپنی روح کی تیرے ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی جس سے تعلق دوستی یا دشمنی رکھنے والا اس جہان سے گذر جائیگا۔

۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ **تازہ نشان تازہ نشان کا** ونجا۔ **ذلزلۃ الساعۃ قوا انفسکم ان اللہ مع الابرار و دنی منک الفضل جاء الحق و زھق الباطل**۔ اس کے متعلق مفصل مضمون صفحہ ۶ پر الانذار کے عنوان کے نیچے ہے۔ (ایڈیٹر)

۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اور ۱۰۔ اپریل کی درمیانی رات کو ۱۲ بجے کے قریب ہوا اور ۲ بجے ظہر و عصر کی نماز سے پہلے سنایا۔ ۳۳

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفوں کا آخری جواب

آج ۹۔ اپریل کو ظہر اور عصر کی نماز سے پہلے جو جمع کی گئی تھی اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور مخالفوں کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ کس طرح بدزبانی سے حملے کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں یہ ذکر اس وقت آیا جبکہ آپ خدا تعالیٰ کی وہ تازہ وحی جو دوسری جگہ درج ہے سنا چکے تھے مخالفوں کے اس ذکر میں **اہلحدیث** کے مضامین اور لاہور کے ڈیلی ٹائمز اور ستیہ دھرم پرچارک وغیرہ کے اعتراضات کا ذکر کیا گیا۔

اس پر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اب ان سب کو تفویض الی اللہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی یہ وحی بتاتی ہے کہ وہ آپ فیصلہ کرنیوالا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل میں اپنا دخل بھی معصیت ہے وہ خود احکم الحاکمین ہے۔ تمہارے قلم میں اتنا زور نہیں ہوگا جو خدا تعالیٰ کے فعل میں ہوگا۔ اس نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ وہ خود ہی ایک فیصلہ کریگا اور ہم اسی کے فیصلہ کے منتظر ہیں۔ مجھے اسی لئے اس نے فرمایا **فاصبر کما صبر اولو العزم** انبیاء علیہم السلام کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے آخر انکے صبر کا انجام عجیب ہوتا ہے اب یقیناً سمجھو کہ وہ وقت بہت ہی قریب آگیا ہے جو جسقدر زیادہ یقین کریگا اسی قدر اسکا ایمان بڑھیگا۔ خدا تعالیٰ پہلے سے مجھے فرما چکا ہے

قرب اجلک المقدر ولا یبقی لک من المخزیات ذکرا

غرض اللہ تعالیٰ اس جماعت کو اپنے وجود پر روشن اور تازہ ایمان دینا چاہتا ہے میں یہی دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انکو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔“

خدا کے مامور و مہدی کی زبان سے یہہ باتیں سن لینے کے بعد گناہ ہے کہ میں کسی مخالف کے جواب پر قلم اٹھاؤں۔ پس اہلحدیث ہو یا کوئی اور اخبار جو اس سلسلہ پر اعتراض کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے مہدی اور مسیح کی توہین کرتا اور دریدہ دہنی اور شوخی کے ساتھ گالیاں دینے میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے وہ جس قدر گالیاں دینی چاہتا ہے دیتا رہے میں اس کو مخاطب نہیں کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر نظر رکھونگا آج سے یہہ **سلسلہ الحکم میں بند کیا جاتا ہے** اور خدائی فیصلہ کا انتظار

فانتظروا انی معکم من المنتظرین

ثواب کا کام

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جدید اشتہار لکھنا چاہا ہے جسکو وہ کثرت کے ساتھ شایع کرنا چاہتے ہیں۔ سولہ ہزار اشتہار کارخانہ الحکم اپنے خرچ سے چھپوا دیگا جس میں چھپوائی کا خرچ اسکا ہوگا اس موقع پر جو لوگ اس ثواب میں شریک ہونا چاہیں وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اطلاع دیں یہہ اشتہار ایک خاص آدمی کے ذریعہ ہندوستان بھر میں شایع ہوگا۔ پس یہ وقت ہے کہ مجاہدہ میں احمدی جماعت شریک ہو جاوے۔

قربانی کرو

دارالامان میں ایک معصوم بچہ کو بذریعہ خواب بتایا گیا ہے کہ آنیوالے خوفناک نشان کے ظہور سے پہلے جو معلوم نہیں کب آئے اور کس رنگ میں ہر احمدی قربانی کرے تو وہ بچایا جائیگا۔

اس رنگ کے اور بھی رویا بعض لوگوں کو ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ دن بہرحال صدقات اور خیرات کے ہیں اسلئے ہر شخص اگر مقدرت رکھتا ہے **قربانی کر دے**۔ خود اعلیٰ حضرت نے آج ۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو **نو بکرے** قربانی کر دیئے ہیں۔

سلہ حضرت اقدس کا نام خدا تعالیٰ نے موسیٰ بھی رکھا ہے۔ اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۵ میں جہان دنیا میں ایک نذیر آیا والی پیشگوئی ہے اسکے ساتھ ہی وہ الہام درج ہے جسکا اس عبارت میں ضمناً اشارہ کیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ براہین کا وہ مقام نقل کر دیا جاوے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم

مرآۃ الجہاد

مندرجہ بالا عنوان کتاب جو ایک عرصے سے کارخانہ الحکم میں چھپ رہی تھی آخر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھپ کر طیار ہو گئی ہے۔

مین بڑی جرأت سے کہتا ہون کہ اس مضمون پر آجتک ایسی عجیب اور مبسوط کتاب نہین لکھی گئی مسئلہ جہاد کی حقیقت کو ہی طول کر بیان نہین کیا بلکہ لیکھرام آریہ مقتول کی کتاب **حقیقت جہاد** کا دندان شکن جواب بھی دیا گیا ہے یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ مین ہونی چاہئے ہر حال ہر احمدی کے پاس تو ضرور ہونی چاہئے۔ اس امر کا اندازہ کرنے کیلئے کہ کتاب کسی ہے کی ہے مین مختصری فہرست مضامین کی ذیل مین دیتا ہون۔ کتاب تین سو سے زیادہ صفحون پر ختم ہوئی ہے۔ اور اسکی چھپوائی وغیرہ مین اسلئے کہ مصنف کئی کوسون کے فاصلہ پر تھا بہت حرج اگیا ہے باوجود ان باتون کے قیمت صرف عہ رکھی گئی ہے محصولڈاک اس کے علاوہ ہوگا دفتر الحکم مین درخواست کرنیسے ملیگی یا مصنف کے نام بہار (؟) دیکھئے مسٹر سید خلافت حسین بیرسٹر سید فراست حسین احمدی کے پتہ پر درخواست کی جاوے۔

فہرست یہ ہے

تفسیر القرآن من مسیح الزمان

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مگر اللہ تعالیٰ بد قسمت انسان کیطرح اس خوبی سے محروم ہو بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کرسکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے جہانتک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اسکو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے اور رزایل سے بکلی منزہ ہے اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو جمیع رزائل سے منزہ اور تمام محامد کاملہ سے متصف سمجھتا ہو عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانۂ ربوبیت میں شریک سمجھتے ہیں اور خدا کے کاموں میں ان کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا کے ارادوں کو بدلنے والے اور اسکی تقدیروں کو زیر و زبر کرنیوالے ہیں اور نیز ہندو لوگ کئی انسانوں اور دوسرے جانوروں کی نسبت بلکہ بعض ناپاک اور نجاست خوار حیوانات یعنے خنزیر وغیرہ کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں انکا پرمیشر ایسی ایسی جونوں میں تولد پاکر ان تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے ملوث ہوتا رہا ہے کہ جو ان چیزوں کے عاید حال ہیں اور نیز انہیں چیزوں کی طرح بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور خوف اور غم اور بیماری اور موت اور ذلت اور رسوائی اور عاجزی اور ناتوانی کی آفات میں گرفتار ہوتا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام اعتقادات خدا تعالیٰ کی خوبیوں میں بٹہ لگاتے ہیں اور اس کے ازلی و ابدی جاہ و جلال کو گھٹاتے ہیں۔ اور آریہ سماج والے جو اُن کے مہذب بھائی نکلے ہیں جنکا یہ گمان ہے کہ وہ بیک نمایاں وید کی لکیر پر چلتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو خالقیت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام روحوں کو اسکی ذات کامل کیطرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں حالانکہ عقل سلیم خدا تعالیٰ کی نسبت صریح یہ نقص سمجھتی ہے کہ وہ دنیا کا مالک کہلا کر پھر کسی چیز کا رب اور خالق نہو اور دنیا کی زندگی اس کے سہارے سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی وجوب سے رہتے ہو اور جب عقل سلیم کے آگے یہ دونوں سوال پیش کئے جائیں کہ آیا خداوند قادر مطلق کے محامد تامہ کے لئے یہ بات اصلح اور انسب ہے کہ وہ آپ ہی اپنی قدرت کاملہ سے تمام موجودات کو منصہ ظہور میں لاکر ان سب کا رب اور خالق ہو اور تمام کائنات کا سلسلہ اس کی ربوبیت تک منتہی ہوتا ہو اور خالقیت کی صفت اور قدرت اسکی ذات کامل میں موجود ہو اور پیدایش اور موت کے نقصان سے پاک ہو یا یہ باتیں اسکی شان کے لائق ہیں کہ جسقدر مخلوقات اس کے قبضہ تصرف میں ہیں یہ چیزیں اسکی مخلوق نہیں ہیں اور نہ اس کے سہارے سے اپنا وجود رکھتی ہیں اور نہ اپنے وجود اور بقا میں اسکی محتاج ہیں اور نہ وہ انکا خالق اور رب ہے اور نہ خالقیت کی صفت اور قدرت اسمیں پائی جاتی ہے اور نہ پیدایش اور موت کے نقصان سے پاک ہے تو ہرگز عقل یہ فتویٰ نہیں دیگی کہ وہ جو دنیا کا مالک ہے وہ دنیا کا پیدا کنندہ نہیں اور ہزاروں پر حکمت صفتیں کہ جو روحوں اور جسموں میں پائی جاتی ہیں وہ خود بخود ہیں اور ان کا بنانے والا کوئی نہیں اور خدا جو ان سب چیزوں کا مالک کہلاتا ہے وہ فرضی طور پر مالک ہے اور نہ یہ فتوے دیگی کہ اسکو پیدا کرنے سے عاجز سمجھا جاوے یا ناطاقت اور ناقص ٹھہرایا جاوے یا پلیدی اور نجاست خواری کی نالائق اور قبیح عادت کو اسکی طرف منسوب کیا جائے یا موت اور درد اور دکھ اور بیعلمی اور جہالت کا سزاوار کہا جائے بلکہ صاف یہ شہادت دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان تمام رزیلتوں اور نقصانوں سے پاک ہونا چاہیے اور اسمیں کمال تام چاہیے اور کمال تام قدرت تامہ سے مشروط ہے اور جب خدا تعالیٰ میں قدرت تامہ نہ رہی اور نہ وہ کسی دوسری چیز کو پیدا کرسکا اور نہ اپنی ذات کو ہر یک قسم کے نقصان اور عیب سے بچاسکا تو اسمیں کمال تام بھی نہ رہا اور جب کمال تام نہ رہا تو محامد کاملہ سے وہ بے نصیب رہا۔

یہ ہندوؤں اور آریوں کا حال ہے اور جو کچھ عیسائی لوگ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر کر رہے ہیں وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے نادان انسان سمجھ سکتا ہے یعنے اگر کسی دانا سے پوچھا جاوے کہ کیا اس ذات کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے آپ ہی کافی ہو۔ آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ یا بیٹے کے تمام دنیا کو پیدا کیا ہو اور آپ ہی تمام روحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جنکی انہیں حاجت ہے اور آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیوم اور مدبر ہو بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ انکو زندگی کیلئے درکار تھا وہ سب اپنی صفت رحمانیت سے ظہور میں لایا ہو بغیر انتظار عمل کسی عامل کے سورج اور چاند اور بیشمار ستارے اور زمین ہزارہا نعمتیں جو زمین پر پائی جاتی ہیں محض اپنے فضل و کرم سے انسانوں کیلئے پیدا کی ہوں اور ان سب کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہوا ہو لیکن پیروی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کیلئے بیٹے کا محتاج ہو جائے اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جسکو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں جس نے باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان کا اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اسکی الوہیت ثابت ہو بلکہ مرقس ۸ باب ۱۲ آیت میں اسکی عاجزانہ حالت کو اسطرح بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے دل سے آہ کھینچکر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نجائیگا اور اس کے مصلوب ہونیکے وقت بھی یہودیوں نے کہا کہ اگر وہ اب ہمارے روبرو زندہ ہو جائے تو ہم ایمان لائینگے لیکن اُس نے انکو زندہ ہو کر نہ دکھلایا اور اپنی خدائی اور قدرت کاملہ کا ایک ذرہ ثبوت نہ دیا اگر بعض معجزات بھی دکھلائے کہ اس سے پہلے اور نبی بکثرت دکھلا چکے تھے بلکہ اسی زمانہ میں ایک حوض کے پانی سے بھی ایسے ہی عجائبات ظہور میں آتے تھے (دیکھو باب پنجم انجیل یوحنا) غرض وہ اپنے خدا ہونیکا کوئی نشان دکھلا نہ سکا جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں خود اس کا اقرار موجود ہے بلکہ ایک ضعیفہ عاجزہ کے پیٹ سے تولد پاکر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھر دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بد قسمت اور بد نصیب کہلاتے ہیں اور پھر مدت تک ظلمت خانۂ رحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بدر رو ہے پیدا ہو کر ہر یک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اوپر وارد کر لیا اور بشریت کی آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی جس سے وہ بیٹا باپ کا بد نام کنندہ ملوث نہ ہوا اور پھر اس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اپنے نیک نہ ہونیکا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا اور پھر در صورتیکہ وہ عاجز بندہ کہ خواہ نخواہ خدا کا بیٹا قرار دیا گیا بعض بزرگ نبیوں سے فضائل علمی اور عملی میں کم بھی تھا اور اسکی تعلیم بھی ایک ناقص تعلیم تھی کہ جو موسیٰ کی شریعت کی ایک فرع تھی تو پھر کیونکر جائز ہے کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جاوے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل اور غنی اور قادر مطلق رہکر آخر کار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہو گیا اور اپنے سارے جلال اور بزرگی کو بیکبارگی کھو بیٹھا میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے اور ظاہر ہے کہ اگر ابن مریم کے واقعات کو فضول اور بیہودہ تعریفوں سے الگ کر لیا جائے تو انجیلوں سے اس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص بندہ یعنے جیسے کہ بندے ہوا کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ کے ماتحت نبیوں میں سے ایک نبی تھا اور اس بزرگ اور عظیم الشان رسول کا ایک تابع اور پس رو تھا اور خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا یعنے اس کی تعلیم ایک اعلیٰ تعلیم کی فرع تھی مستقل تعلیم نہ تھی اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ عالم ہوں نہ قادر ہوں بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعہ رات کے وقت اپنے بچاؤ کیلئے دعا کی اور چاہتا تھا کہ دعا اسکی قبول ہو جائے مگر اسکی وہ دعا قبول نہ ہوئی اور نیز جیسے عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں وہ شیطان سے آزمایا گیا پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پاکر مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دکھ اٹھاتا رہا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی ہوئی تھی اسلئے محروم رہا اور یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کیلئے پیدا کر لیتا غرض ایک مدت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہکر اور ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور اس جہان سے اٹھایا گیا اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادر مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفات ناقصہ ہونی چاہیے کیا وہ اسی سے قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہے اور کیا ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنے مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچے پیدا ہو کر ایک بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا اور چار باقی جو رہے اُن بیچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصہ نہ ملا بلکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جبکہ کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہو سکتا ہے یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو

بلکہ جسقدر بچے پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا
ہی ہوں تا وہ پاک جوہر مخلوق کے شرکت سے منزہ
رہے اور فقط ان کا ان ہی کے پیدا ہونے کی
ایک کان ہو۔ پس مذہب شدہ کرہ بالا کے رو سے
لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بہائی اور
بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے حصہ پاتے اور
ان پانچوں حضرات کی والدہ تو رب الارباب
ہی کہلاتی کیونکہ یہ پانچوں حضرات روحانی اور جسمانی
تولدوں میں اسی سے فیضیاب ہیں عیسائیوں
نے ابن مریم کی بیجا تعریفوں میں بہت سا افترا
بھی کیا مگر پھر بھی انکے نقصانوں کو چھپا نہ سکے
اور باوجودیکہ ان کو نکما آپ اقرار کرکے پھر خواہ نخواہ
اسکو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا یوں تو عیسائی اور
یہودی اپنی عجیب کتابوں کے رو سے سب
خدا کے بیٹے ہی ہیں بلکہ ایک طرح کے رو سے آپ
ہی خدا ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وحشت والے
اپنے افترا اور اختراع میں ایسے بہکے رہے
کیونکہ انہوں نے یہوہ کو خدا ٹھہرا کر پھر ہرگز اسکے
لئے یہ تجویز نہیں کیا کہ اس نے پلیدی اور ناپاکی
کی راہ سے تولد پایا تھا یا کسی قسم کی نجاست
کہائی تھی بلکہ ان کا یہوہ کی نسبت یہ اعتقاد ہے
کہ وہ مونہہ کے راستہ سے پیدا ہوا تھا پر افسوس
عیسائیوں نے بہت سی جعلسازیاں تو کیں
مگر یہ جعلسازی نہ سوجھی کہ مسیح کو بھی مونہہ کے راستہ
سے ہی پیدا کرتے اور اپنے خدا کو پیشاب اور پلیدی
سے بچاتے اور نہ یہ سوجھی کہ موت جو حقیقت الوہیت
سے بکلی منافی ہے اسپر وارد کرتے اور نہ یہ
خیال آیا کہ جہاں مریم کے بیٹے نے انجیلوں میں
اقرار کیا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ دانا مطلق
ہوں نہ خود بخود آیا ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر
ہوں نہ دعا کی قبولیت میرے ہاتھ میں ہے میں صرف
ایک عاجز بندہ اور مسکین آدم زاد ہوں کہ جو
ایک مالک رب العالمین کا بھیجا ہوا آیا ہوں ان
سب مقاموں کو انجیل سے نکال ڈالنا چاہئے۔ اب
خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو عظیم الشان صداقت الحمد للہ
کے مضمون میں ہے وہ بجز پاک اور مقدس مذہب
اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں ہرگز پائی نہیں
جاتی لیکن اگر آریہ لوگ کہیں کہ صداقت مذکورہ بالا
کے ہم قائل ہیں تو بتانا چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس
بیان میں جھوٹے ہیں کیونکہ ہم اسی مضمون میں
لکھ چکے ہیں کہ آریہ لوگ خدا تعالیٰ کے لئے گونگا
اور غیر متکلم ہونا اور خلق پر ہرگز قادر نہ ہونا اور اپنے
علوم کے القا اور الہام سے عاجز ہونا تجویز کرتے
ہیں اور جو حقیقی اور کامل ہادی میں صفات
کاملہ ہونی چاہئیں ان صفات سے اس کو خالی

سمجھتے ہیں بلکہ اسقدر ایمان بھی انہیں نصیب نہیں
کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی
ہستی اور الوہیت کو اس نے اپنے ارادے اور
اختیار سے دنیا میں ظاہر کیا ہے برخلاف اس
کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک مردہ یا
ایک پتھر کی طرح کسی گوشہ گمنامی میں پڑا ہوا
تھا عقلمندوں نے آپ تحقیق کرکے اس کے
وجود کا پتہ لگایا اور اسکی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا
پس ظاہر ہے کہ وہ بھی مخلوق ہے اور پاک لوگوں کے
مجاہدہ کاملہ حضرت احدیت سے منکر ہیں بلکہ جن
تعریفوں سے اسکو یاد کرنا چاہئے وہ تمام تعریفیں
اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں رب
العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین اس جگہ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے
اپنی چار صفتیں بیان فرمائیں یعنے رب العالمین
رحمان رحیم مالک یوم الدین اور ان ہر چہار
صفتوں میں سے رب العالمین کو سب سے مقدم رکہا
اور پھر بعد اس کے صفت رحمان کو ذکر کیا پھر صفت
رحیم کو بیان فرمایا پھر سب کے اخیر صفت مالک یوم
الدین کو لائے پس سمجھنا چاہئے کہ یہ ترتیب خدا تعالیٰ
نے کیوں اختیار کی اسمیں نکتہ یہ ہے کہ ان صفات
اربعہ کی ترتیب طبعی یہی ہے اور اپنی واقعی صورت
میں اسی ترتیب سے یہ صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں
اسکی تفصیل یہ ہے کہ دنیا پر خدا کا چار طور پر فیضان
پایا جاتا ہے جو غور کرنے سے ہر یک عاقل اسکو سمجھ
سکتا ہے پہلا فیضان **فیضان اعم** ہے یہ وہ
فیضان مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی روح و غیر ذی روح
افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال
جاری ہے اور ہر ایک چیز کا عدم سے صورت وجود
پکڑنا اور پھر وجود کا حد کمال تک پہنچنا اسی فیضان
کے ذریعہ سے ہے اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر
جاندار اس سے باہر نہیں اسی سے وجود تمام ارواح
و اجسام ظہور پذیر ہوا اور ہوتا ہے اور ہر یک
چیز نے پرورش پائی اور پاتی ہے یہی فیضان
تمام کائنات کی جان ہے اگر ایک لحظہ منقطع ہو جائے
تو تمام عالم نابود ہو جائے اور اگر یہ نہ ہو تو مخلوقات
میں سے کچھ بھی نہ ہوتا اس کا نام قرآن شریف
میں ربوبیت ہے اور اسی کے رو سے خدا کا نام
رب العالمین ہے جیسا کہ اس نے دوسری جگہ
بھی فرمایا ہے وھو رب کل شیء الجزو نمبر ۸ یعنی
خدا ہر یک چیز کا رب ہے اور کوئی چیز عالم کی چیزوں میں
سے اسکی ربوبیت میں سے باہر نہیں سو خدا نے سورۃ
فاتحہ میں سب صفات فیضانی میں سے پہلے صفت
رب العالمین کو بیان فرمایا اور کہا الحمد للہ
رب العالمین یہ اسلئے کہ سب فیضان

صفتوں میں سے تقدم طبعی صفت ربوبیت کو
حاصل ہے یعنے ظہور کے رو سے بھی صفت مقدم
الظہور اور تمام صفات فیضانی سے اعم ہے
کیونکہ ہر یک چیز پر خواہ جاندار ہو خواہ غیر جاندار
مشتمل ہے پھر دوسرا قسم فیضان کا جو دوسرے
مرتبہ پر واقع ہے **فیضان عام** ہے اسمیں
اور فیضان اعم میں یہ فرق ہے کہ فیضان اعم
تو ایک عام ربوبیت ہے جسکے ذریعہ سے کل
کائنات کا ظہور اور وجود ہے اور یہ فیضان
جسکا نام فیضان عام ہے یہ ایک خاص عنایت
ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے
یعنے ذی روح چیزوں کی طرف حضرت باری
کی جو ایک خاص توجہ ہے اس کا نام فیضان
عام ہے اور اس فیضان کی یہ تعریف ہے
کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق
ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت ان کے
جاری ہے کسی کے عمل کا پاداش نہیں اور اسی
فیضان کی برکت کہ ہر یک جاندار جیتا جاگتا کہاتا
پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے
متمتع نظر آتا ہے اور ہر یک ذی روح کیلئے
تمام اسباب زندگی کے جو اسکے بقا یا اسکے
نوع کے بقا کیلئے مطلوب ہیں میسر نظر
آتے ہیں اور یہ سب آثار اسی فیضان کے
ہیں کہ جو کچھ روحوں کو جسمانی تربیت کیلئے درکار
ہے سب کچھ دیا گیا ہے اور ایسا ہی جن روحوں
کو علاوہ جسمانی تربیت کے روحانی تربیت کی
بھی ضرورت ہے یعنے روحانی ترقی کی استعداد
رکھتے ہیں ان کیلئے قدیم سے عین ضرورتوں
کے وقتوں میں کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہے۔
غرض اسی فیضان رحمانیت کے ذریعہ سے انسان
اپنی کروڑہا ضروریات پر کامیاب ہے سکونت
کیلئے سطح زمین روشنی کیلئے چاند اور سورج
دم لینے کیلئے ہوا پینے کیلئے پانی کہانے
کیلئے انواع اقسام کے رزق اور علاج امراض
کیلئے لاکھوں طرح کی ادویہ اور پوشاک کیلئے
طرح طرح کی پوشیدنی چیزیں اور ہدایت پانے
کیلئے صحف ربانی موجود ہیں اور کوئی یہ دعویٰ
نہیں کرسکتا کہ یہ تمام چیزیں میرے عملوں کی
برکت سے پیدا ہوگئی ہیں اور میں نے ہی کسی
پہلے جنم میں کوئی نیک عمل کیا تھا جسکی پاداش
میں یہ بیشمار نعمتیں خدا نے بنی آدم کو عنایت
کیں پس ثابت ہے کہ یہ فیضان جو ہزارہا طور پر
ذی روحوں کے آرام کیلئے ظہور پذیر ہو رہا ہے
یہ عطیہ بلا استحقاق ہے جو کسی عمل کے عوض میں
نہیں فقط ربانی رحمت کا ایک جوش ہے تا ہر یک

جاندار اپنے فطرتی مطلوب کو پہنچ جاوے اور
جو کچھ اسکی فطرت میں حاجتیں ڈالی گئیں وہ
پوری ہو جائیں پس اس فیضان میں عنایت
ازلیہ کا کام یہ ہے کہ انسان اور جمیع حیوانات
کی ضروریات کا تعہد کرے اور انکی بایست
اور نابایست کی خبر رکھے تا وہ ضائع نہ
ہو جائیں اور انکی استعدادیں خیر کتمان میں
نہ رہیں اور اس صفت فیضانی کا خدا تعالیٰ
کی ذات میں پایا جانا قانون قدرت کے
ملاحظہ سے نہایت بدیہی طور پر ثابت ہو رہا ہے
کیونکہ کسی عاقل کو اسمیں کلام نہیں کہ جو کچھ
چاند اور سورج اور زمین اور عناصر وغیرہ
ضروریات دنیا میں پائی جاتی ہیں جن پر تمام ذی
روحوں کی زندگی کا مدار ہے اسی فیضان کے
اثر سے ظہور پذیر ہیں اور ہر یک متنفس بلا تمیز
انسان و حیوان و مومن و کافر و نیکوکار و بد
حسب حاجت اپنے ان فیوض مذکورہ بالا
سے مستفیض ہو رہا ہے اور کوئی ذی روح
اس سے محروم نہیں اور اس فیضان کا نام
قرآن شریف میں **رحمانیت** ہے اور اسی
کے رو سے خدا کا نام سورۃ فاتحہ میں بعد صفت
رب العالمین رحمن آیا ہے جیسا کہ فرمایا
الحمد للہ رب العالمین الرحمن اسی صفت
کی طرف قرآن شریف کے کئی ایک دوسرے مقامات
میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے چنانچہ منجملہ ان کے
یہ ہے۔ واذا قیل لہم اسجدوا للرحمن
قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا
وزادہم نفورا تبارک الذی
جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا
وقمرا منیرا وھو الذی جعل اللیل والنہار
خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا
وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض
ھونا واذا خاطبہم الجاہلون قالوا
سلاما یعنے جب کافروں اور بے دینوں اور دہریوں
کو کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ رحمان
کے نام سے متنفر ہو کر بطور انکار سوال کرتے ہیں
کہ رحمان کیا چیز ہے (پھر بطور جواب فرمایا) رحمان
وہ ذات کثیر البرکت اور مصدر خیرات دائمی
ہے جسنے آسمان میں برج بنائے برجوں میں آفتاب
اور چاند کو رکھا جو کہ عامہ مخلوقات کو بغیر تفریق کافر
و مومن کے روشنی پہنچاتے ہیں اسی رحمان نے
تمہارے لئے یعنے تمام بنی آدم کیلئے دن اور
رات بنائی جو کہ ایک دوسرے کے بعد دورہ کرتے
ہیں تا جو شخص طالب معرفت ہو وہ ان دقائق
حکمت سے فائدہ اٹھاوے اور جہل اور غفلت کے پردہ

حضرت حجۃ اللہ کی تقریر جلسۂ الوداع کی تقریب پر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جب ان خیالات کو جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ دور کرتا ہے اور ان کو لمبا ہونے نہیں دیتا تو کچھ شک نہیں کہ وہ معافی کے قابل ہیں لیکن جب انکے سلسلہ کی درازی میں ایک لذت پاتا ہے اور اسکو بڑھاتا جاتا ہے پھر وہ قابل مواخذہ ہو جاتے ہیں کیونکہ انمیں عزیمت شامل ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا ہے اس بات کو خوب یاد رکھو کہ کلام نفسی دو قسم کا ہوتا ہے کبھی شیطانی جو خیالی فسق و فجور کے سلسلہ میں چلا جاتا ہے اور آرزوؤں کا ایک لمبا سلسلہ ہوتا ہے۔ جبتک ان دونوں سلسلوں میں انسان پھنسا ہوا ہے شیطانی دخل کا اسے اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ وہ نقصان اٹھاوے اور شیطان اسے زخمی کرے۔ مثلاً کبھی کوئی منصوبہ ہی باندھتا ہے کہ فلاں شخص میری فلاں غرض اور مقصد میں بڑا مخل ہے اسکو مارا جاوے اس نے مجھے تو کہا ہے اگر بدلہ لیا جاوے اس کی ناک کاٹنی چاہئیے۔ اس قسم کے منصوبے اور ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے پھر نفس سخت خطرناک حالت میں ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ نفس کا میں کیا نقصان کر رہا ہوں اور اس سے میری اخلاقی اور روحانی قوتوں پر کس قسم کا برا اثر پڑ رہا ہے اس قسم کے خیالات سے ہمیشہ بچنا چاہئیے جب کبھی کوئی ایسا بیہودہ سلسلہ شروع ہو تو فوراً اسکے دفع کرنیکی کوشش کرو۔ استغفار پڑھو۔ لاحول کے ذریعہ خدا سے مدد اور توفیق چاہو۔ اور خدا تعالیٰ کی کتاب کے پڑھنے میں اپنے آپ کو مصروف کر دو۔ اور یہ سمجھ لو کہ اس سلسلہ سے فایدہ کچھ نہیں نقصان ہی نقصان ہے۔ اگر کوئی دشمن مر بھی جاوے تو کیا اور زندہ رہے تو کیا۔ نفع و نقصان کا پہنچانا تو خدا تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے کوئی شخص کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ سعدی نے گلستان میں ایک حکایت لکھی ہے کہ نوشیروان کے پاس کوئی شخص خوشخبری لیکر گیا کہ تیرا فلان دشمن مارا گیا ہے اور اسکا ملک اور قلعہ ہمارے قبضہ میں آگیا ہے۔ نوشیروان نے اسکا کیا اچھا جواب دیا

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

پس آدمی غور کرے کہ اس قسم کے منصوبوں اور ادھیڑ بن سے کیا فایدہ اور کیا خوشی۔ یہ سلسلہ تو بہت ہی خطرناک ہے اور اسکا علاج ہے توبہ۔ استغفار۔ لاحول اور خدا کی کتاب کا مطالعہ۔ بیکاری اور بے شغلی میں اس قسم کا سلسلہ بہت لمبا ہوتا ہے۔

دوسری قسم کلام نفس کی امانی سلسلہ کو لمبا کرتے رہنا ہے یہ سلسلہ بھی چونکہ بیجا خواہشوں کو پیدا کرتا ہے اور طمع۔ حسد۔ خود غرضی کے امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں اسلئے یونہی یہ سلسلہ پیدا ہو اسکی صف فوراً لپیٹ دو۔ جیسے یہ تقسیم کلام نفس کی ہے اور یہ دونوں انجام کار انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

لیکن نبی ان دونوں قسم کے سلسلہ کلام سے پاک ہوتا ہے۔ نبوت کیا ہے یہ ایک جوہر خداداد ہے اگر کسب سے ہوتا تو سب نبی ہو جاتے انکی فطرت ہی اس قسم کی نہیں ہوتی کہ وہ ان بیجا سلسلہ کلام میں مبتلا ہوں۔ وہ نفسی کلام کرتے ہی نہیں۔ دوسرے لوگوں میں تو یہ حال ہوتا ہے کہ وہ ان سلسلوں میں کچھ ایسے مبتلا ہوتے ہیں کہ خدا کا خانہ ہی خالی رہتا ہے لیکن نبی ان دونوں سلسلوں سے الگ ہو کر خدا میں کچھ ایسے گم ہوتے ہیں اور اس کے مخاطبہ مکالمہ میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان سلسلوں کیلئے انکے دل و دماغ میں سمائی اور گنجایش ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا ہی کا سلسلہ کلام رہجاتا ہے جو کہ وہی حصہ باقی ہوتا ہے اسلئے خدا انسے کلام کرتا ہے اور وہ خدا کو مخاطب کرتے رہتے ہیں تنہائی اور بیکاری میں بھی جب ایسے خیالات کا سلسلہ ایک انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اسوقت اگر نبی کو بھی ویسی ہی حالت میں دیکھو تو شاید غلطی اور ناواقفی سے یہ سمجھو کہ اب اس کا سلسلہ تو خدا سے کلام کا نہ ہوگا؟ مگر نہیں وہ ہر وقت خدا ہی سے باتیں کرتا ہے کہ اے خدا میں تجھ سے پیار کرتا ہوں اور تیری رضا کا طالب ہوں مجھ پر ایسا فضل کر کہ میں اس نقطہ اور مقام تک پہنچ جاؤں جو تیری رضا کا مقام ہے۔ مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے جو تیری نظر میں پسندیدہ ہوں دنیا کی آنکھ کھول کہ وہ تجھے پہچانے اور تیرے آستانہ پر گرے۔ یہ اسکے خیالات ہوتے ہیں اور یہ اسکی آرزوئیں۔ اسمیں ایسا محو اور فنا ہوتا ہے کہ دوسرا اسکو شناخت نہیں کر سکتا۔ وہ اس سلسلہ کو ذوق کے ساتھ دراز کرتا ہے اور پھر اسمیں اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا دل پگھل جاتا ہے اور اسکی روح بہ نکلتی ہے وہ پورے زور اور طاقت کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرتی اور انت ربی انت ربی کہکر پکارتی ہے تب اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم جوش میں آتا ہے اور وہ اسکو مخاطب کرتا اور اپنے کلام سے اسکو جواب دیتا ہے۔

پر ایسا لذیذ سلسلہ ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھ نہیں سکتا اور یہ لذت ایسی ہے کہ الفاظ اسکو ادا نہیں کر سکتے پس وہ بار بار تشنہ کی طرح باب ربوبیت ہی کو کھٹکھٹاتا رہتا ہے اور وہاں ہی اپنے لئے راحت و آرام پاتا ہے۔ وہ دنیا میں ہوتا ہے لیکن دنیا سے الگ ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی کسی چیز کا آرزومند نہیں ہوتا لیکن دنیا اسکی خادم ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کے قدموں پر دنیا کو لا ڈالتا ہے۔

یہ ہے **مختصر حقیقت نبوت** کے مقام کی۔ یہاں کلام نفسی کے دونوں سلسلے بھسم ہو جاتے ہیں اور تیسرا سلسلہ شروع ہوتا ہے جسکا مبدا اور منتہا خدا ہی ہوتا ہے اسوقت وہ خدا تعالیٰ کے کلام کو جذب کرتا ہے جسمیں اس قسم کے دخان اور اضغاث۔ احلام نہیں ہوتے جو نفسی کلام میں ہوتے ہیں بلکہ وہ دنیا سے انقطاع کلی کئے ہوئے ہوتا ہے۔ جیسے ایک نفسانی خواہشوں کا اسیر اعلیٰ درجہ کا محبوب سے تعلق پیدا کر کے ہمہ گوش ہو کر تصور کرتا ہے اور ایسے نفسانی لذات کا معراج پاتا ہے اور قطعاً نہیں چاہتا کہ کسی دوسرے کو لمیں۔ اسیطرح نبی خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو یہانتک پہونچاتا ہے کہ وہ اس تنہائی و خلوت میں کسی دوسرے کا دخل ہرگز پسند نہیں کرتے وہ اپنے محبوب کے ہمکلام ہوتا ہے اور اسی میں لذت و راحت پاتے ہیں۔ وہ ایکدم کیلئے بھی اس خلوت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے لیکن خدا تعالیٰ انہیں دنیا کے سامنے لاتا ہے تاکہ وہ دنیا کی اصلاح کریں اور خدا نما آئینہ ٹھہریں۔ نبی مقتبا ایک لذت اور کیفیت پاتا ہے اور اسے خدا تعالیٰ ہی میں چاہتا ہے اس سے زیادہ میں اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا اگرچہ دل اس لذت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اس ذکر کی درازی اور بھی لذت بخش ہے مگر وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جس میں اسکو ظاہر کر سکوں۔

بعض نادان لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ جبکہ انبیاء علیہم السلام ایسے فانی اللہ ہوتے ہیں اور دنیا اور اسکی لذتوں سے دور رہا کرتے ہیں پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ وہ بیویاں اور بچے بھی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ ایک شخص تو ان باتوں کا اسیر اور ان فانی لذتوں میں فنا ہو جاتا ہے مگر یہ گروہ ان باتوں سے پاک ہوتا ہے یہ چیزیں ان کیلئے محض خادم کے طور پر ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام ہر قسم کی اصلاح کیلئے آتے ہیں اب اگر وہ بیوی بچے نہ رکھتے ہوں تو اس پہلو میں تکمیل اصلاح کیونکر ہوتی۔ یہی لئے میں کہتا ہوں کہ عیسائی لوگ معاشرت کے متعلق مسیح کا کیا نمونہ پیش کر سکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔ جب وہ اس راہ سے ناواقف ہیں اور ان مدارج سے بیخبر ہیں وہ کیا اصلاح کریگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی کمال ہے کہ ہر پہلو میں آپکا نمونہ کامل ہے۔ دنیا اور اسکی چیزیں انبیاء علیہم السلام پر کوئی اثر نہیں ڈالتی ہیں وہ فانی لذتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا دل خدا تعالیٰ کیطرف دریا کی ایک تیز دھاری کیطرح جو پہاڑ سے گرتی ہے بہتا ہے اور اسکی رو میں سب خس و خاشاک بہ جاتا ہے۔

غرض انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کے غلام نہیں ہوتے بلکہ یہ چیزیں ان کیلئے بطور خادم ہوتی ہیں اور انکی اعلیٰ درجہ کے اخلاقی کمالات کا نمونہ انکے اس ذکر اور ذوق میں جو خدا تعالیٰ تصور اور محویت میں انہیں ملتا ہے دوسرے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ کچھ ایسے محو اور فنا ہوتے ہیں کہ دنیا سے بالکل الگ ہوتے ہیں جب اس قسم کی ربودگی ہوتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کیطرف سے آوازیں آنے لگتی ہیں۔ اور مکالمات ہوتے ہیں یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو جذب کی قوت لیکر نکلتی ہے وہ دوسرے کو جذب کرتی ہے۔ اس جذب میں اسقدر قوت ہوتی ہے کہ دنیا اور مافیہا کی ساری باتیں اسمیں بھسم ہو جاتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل و فیض کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہے۔ اور اسی سلسلہ کو باقی تمام سلسلوں پر تقدم اور فوق ہو جاتا ہے۔ لیکن اسکے لئے مجاہدہ کچھ کی ضرورت ہے اس کے بغیر پیدا نہیں ہوتی جیسا کہ فرمایا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

اور اسی کیطرف اشارہ ہے ایاک نعبد میں اگرچہ ایاک نعبد ایاک نستعین پر تقدم ہے لیکن پھر بھی اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت نے سبقت کی ہوئی ہے ایاک نعبد بھی کس قوت نے کہلوایا ہے اور وہ قوت جو پوشیدہ ہی پوشیدہ ایاک نعبد کا اقرار کراتی ہے کہاں سے آئی کیا خدا تعالیٰ نے ہی وہ عطا نہیں فرمائی ہے؟ بیشک وہ خدا تعالیٰ کا ہی عطیہ ہے جو اس نے محض رحمانیت سے عطا فرمایا ہے۔ اسکی تحریک اور توفیق سے یہ ایک بندہ بھی کہتا ہے اس پہلو سے اگر غور کریں تو اسکو تاخر ہے اور دوسرے پہلو سے اسکو تقدم ہے یعنے جب یہ قوت اسکو اسباب کی طرف لاتی ہے تو پھر تاخر ہو گیا اور بصورت اول تقدم اسیطرح پر سلسلہ نبوت کی فلاسفی کا خلاصہ یا مفہوم ہے۔

باقی آئندہ

خطبہ عید الضحیٰ

(سلسلے کیلئے نمبر ۔ صفحہ ۔ دیکھو)

یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی پر ایمان لانے سے جو چیز مانع ہوئی۔ وہی تکبر اور علم تھا فرحوا بما عندھم من العلم انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے پاس ہدایت کا کافی ذریعہ صحف انبیاء اور صحف ابراہیم و موسیٰ ہمارے پاس ہیں ہم خدا تعالیٰ کی قوم کہلاتے ہیں نحن ابناء اللہ واحباءہ کہکر انکار کر دیا کہ ہم عربی آدمی کی کیا پرواہ کر سکتے ہیں۔ اس تکبر اور خود پسندی نے انہیں محروم کر دیا اور وہ اس رحمۃ للعالمین کے ماننے سے انکار کر بیٹھے جس سے حقیقی توحید کا سچا اور شیرین چشمہ جاری ہوا

غرض

محرومی کا سب سے پہلا اور بڑا ذریعہ ابا (انکار) ہے اور پھر تکبر ہے آہ! اس سے بڑھ کر کسی شخص کی بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ایک ہادی، معلم اور مزکی کو معزز بنا کر بھیجتا ہے اور یہ اسکا ساتھ نہیں دیسکتا اور ان فیضانوں اور برکات سے جو اسکی صحبت اور محبت سے ملنے والے تھے محروم رہجاتا ہے۔ فرمانبرداری ہاں خدا کی فرمانبرداری ایسی راحت بخش اور زندہ جاوید بنانے والی دولت ہے کہ جس نے آج تک اور ابد الآباد تک ابراہیم کو زندہ رکھا ہے آج ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی یادگار تم ہر ایک گھر میں دیکھ سکتے ہو ایک غریب سے غریب آدمی بھی قربانی کا گوشت کھاتا ہے جو اسکی یادگار کو تازہ رکھتا ہے۔ یہ قربانی بتاتی ہے کہ ابراہیم نے اپنی جان اور مال کو محض اللہ تعالیٰ کی راہ میں دریغ نہیں کیا پس جبتک انسان ابراہیمی رنگ اختیار نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے عزیز مال اور جان تک کو جو دراصل اسکا بھی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ ہی کا ہے نثار کر دینے کیلئے شرح صدر سے تیار نہیں ہو جاتا۔ اسوقت تک وہ ان برکات اور فیضانوں کو پا نہیں سکتا جو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو ملے۔

خدا تعالیٰ کے ماموروں و مرسلین کا انکار سلب ایمان کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ انکار بہت ہی خطرناک چیز ہے اس سے ہمیشہ بچو۔ اپنی عقل اپنی تدبیر اور رائے۔ اپنے علم و تجربہ کو خدا کے راستباز کے سامنے ہیچ سمجھو۔ اور انکا کامل فرمانبردار بنو تم میں راستبازی۔ اور حقیقی علوم کی روح نفخ کریگا۔

یہ ابا مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہوتا ہے۔ کبھی زبان سے اقرار کرتا ہے لیکن دل اسکے ساتھ متفق نہیں ہوتا جسکا نتیجہ نفاق ہوتا ہے اور یہ نفاق آخرکار کفر تک بھی لیجاتا ہے۔ اسلئے دل اور زبان کو ایک کرنے کیلئے کوشش کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے توفیق اور فضل چاہو۔ بعض لوگوں کیلئے ان کا مال و دولت۔ خدمت گذاری اور نیکی کا خیال بھی اس امر سے روکدیتا اور ان کیلئے سد راہ ہو جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اسکی کیا ضرورت ہے۔ اگر ضرورت نہ تھی تو خدا تعالیٰ نے اسکو نازل کیوں فرمایا وہ اسپر نہیں خدا تعالیٰ کے فعل و فضل پر نکتہ چینی کرتے اور اس کے پر حکمت فعل کو لغو (معاذ اللہ) ٹھیراتے ہیں۔ اسلئے ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ وہ نفس اور شیطان کے اس دھوکے سے ہمیشہ بچیں اپنی کسی بات پر تکبر نہ ہو کیونکہ وہی تکبر کبھی اور رنگ و صورت میں انکار کا باعث ہو جاویگا یہ بہر حال ظاہر ہے اس کو مطمئن ہو رہنا عقلمندی نہیں ہے۔

بعض نادان۔ ناحق شناس۔ ماموروں اور مرسلوں کے آنے پر یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ

لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ

یعنے اسوقت تک ہم ایمان نہیں لائینگے جبتک ہم کو بھی وہی فیض اور فضل نہ دیا جاوے جو رسولوں کو دیا گیا ہے۔ یہ بھی محرومی کا بڑا بھاری ذریعہ ہے جو لوگ ایمان کو مشروط کرتے ہیں وہ محروم رہجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ کسی کو خالی نہیں چھوڑتا جو اسکی راہ میں صدق و ثبات سے قدم رکھتا ہے وہ بھی اس قسم انعامات سے بہرہ وافر لیتا ہے جیسے فرمایا الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ۔ جن لوگوں نے اپنے قول و فعل سے بتایا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر انہوں نے اسپر استقامت دکھائی۔ انپر فرشتے نازل ہوتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول ملائکہ سے پہلے دو باتیں ضروری ہیں ربنا اللہ کا اقرار اور اسپر صدق و ثبات اور دکھانا استقامت۔

ایک نادان سنت اللہ سے ناواقف ان مراحل کو تو طے نہیں کرتا اور امید رکھتا ہے اس مقام پر پہنچنے کی جو ان کے بعد واقع ہے۔ یہ کیسی غلطی اور نادانی ہے اس قسم کے شیطانی وسوسوں سے بھی الگ رہنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں استقامت اور عجز کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔ قویٰ سے کام لو۔ اسکی مدد طلب کرو۔ پھر کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے وارث ہو جاؤ اور حقیقی رویا اور الہام سے حصہ پاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کسی بات کی کمی نہیں

للہ خزائن السموات والارض وما ننزلہ الا بقدر معلوم

پھر سوال ہوتا ہے کہ اس قسم کے اوہام شیطانی اور وسوسوں سے بچنے کا کیا طریق ہے؟

اس کا طریق یہی ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار پڑھو۔ استغفار سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ طوطے کی طرح ایک لفظ رٹتے رہو بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ استغفار کے مفہوم اور مطلب کو ملحوظ رکھکر خدا تعالیٰ سے مدد چاہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جو انسانی کمزوریاں صادر ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بد نتائج سے محفوظ رکھے اور آئندہ کیلئے ان کمزوریوں کو دور کرے اور ان جوشوں کو جو ہلاک کرنیوالے ہوتے ہیں دبائے رکھے۔ پھر لاحول شریف بھی دعا کرنے کا کام ہے۔ اور جہانتک ممکن ہو راستبازوں کی صحبت میں رہو۔ اگر اس نسخہ پر عمل کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں محروم نہ کریگا۔

پھر محرومی کا ایک اور سبب بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسان مشکلات اور مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے کہ یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جاوے اور فلاں دکھ سے مجھے رہائی اور نجات ہو تو میں یہ فرمانبرداری کا کام کرونگا۔ اللہ تعالیٰ اسے ان مشکلات سے نجات دیتا ہے لیکن وہ اپنے وعدوں کو بھول جاتا ہے اسکا نتیجہ بہت خطرناک ہوتا اور اسے محروم کر دیتا ہے میرے نزدیک اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنے کے برابر ہی وہ معاہدہ ہے جو انسان اپنے امام و مرشد کے ہاتھ پر کرتا ہے جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرونگا کہنے کو یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے لیکن اسکے معانی پر غور کرو کہ کسقدر وسیع ہیں حی علی الصلوۃ کی آواز آتی ہے اور یہ سنتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ بہت سے ضروری کام کرنے کو ہیں اور اسنے اگر ذرا سی بھی لاپرواہی کی تو حرج ہوگا۔ اسلئے فرض تنہائی ہی میں ادا کر لونگا۔ یہ خیالات دل میں اٹھتے ہیں دوسری طرف حی کا لفظ بتاتا ہے کہ جلدی کرو۔ اور ادھر معاہدہ یہ کیا ہوا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔

اب اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت مقدم کرتا اور حی علی الصلوۃ کی آواز پر مسجد کو جاتا ہے تو بیشک اس معاہدہ کو پورا کرنیوالا ٹھیرتا ہے لیکن اگر تساہل کرتا ہے تو اس معاہدہ کو توڑتا ہے اسیطرح دنیا کے ہر کاروبار میں اس قسم کے امتحان اور مشکلات پیش آتے ہیں ایکطرف بیوی بچوں کیلئے خرچ کی ضرورت ہے اور پھر قرآن کریم میں پڑھتا ہے کہ لا تسرفوا۔ اور ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ اور ایکطرف دین مال و عزت اور جان خرچ کرانی چاہتا ہے اسوقت اپنے اندرونہ کا معاینہ کرے اور اپنے فعل سے دکھائے کہ کیا دین کو مقدم کرتا ہے یا دنیا کو

غرض

ہر حکم الٰہی میں اسکو سوچنا پڑتا ہے کہ دین کو مقدم کرتا ہوں یا دنیا کو۔ کسی تقریر اور جاہ کو کام رہا ہوں یا پہلے اخلاص سے اپنے ہر قول اور فعل کو پڑتال کرے کہ کیا واقعی خدا تعالیٰ کیلئے ہے یا دنیوی اغراض اور مقاصد پیش نظر ہیں بس اپنے اس بڑے عظیم الشان معاہدہ کو ہر وقت پیش نظر رکھو یہ معاہدہ تم نے کسی معمولی انسان کے ہاتھ پر نہیں کیا خدا تعالیٰ کے مرسل مسیح و مہدی کے ہاتھ پر کیا ہے اور میں تو یقین سے کہتا ہوں کہ خدا کے مرسل ہی نہیں خدا کے ہاتھ پر کیا ہے

. . . . کیونکہ ید اللہ

فوق ایدیھم آیا ہے۔

دیکھو۔ اور اپنے حالات کو خود مطالعہ کرو کہ کیا جسقدر تڑپ کوشش اور اضطراب دنیوی اور ادنیٰ ضروریات کیلئے دل میں ہے کیا اسکا نصف بھی وہ دینی ضروریات کیلئے بھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر دین کو دنیا پر مقدم تو کہاں برابری بھی نصیب نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں وہ معاہدہ جو امام کے ہاتھ پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر کیا ہے کہاں پورا کیا۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جنمیں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالان لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کیلئے تو اسقدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کیلئے انہیں کوئی تڑپ نہیں باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر۔ دوسرے کی تحقیر غیبت اور اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کبھی بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔

باقی آئندہ

(ایڈیٹر)

چند سوالون کے جواب

الحکم کی گذشتہ اشاعت مین جن شاہجہانپوری سوالون کے جواب کا ذکر کیا گیا تہا۔ انکا جواب حضرت حکیم الامۃ کے ارشاد کی بنا پر جو ہمنے لکہا ہے اور حضرت موصوف کو دکہا لیا گیا ہے شائع کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر۔

سوال اول۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اسکا ثبوت کیا ہے؟

جواب۔ اس سوال کے جواب مین سب سے اول تو ہم یہ کہتے ہین کہ جب ہم دنیا کی عمر سات ہزار سال بیان کرتے ہین تو اس سے ہماری مراد دنیا کی وہ عمر ہے جو ہمارے آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لیکر آدم ثانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور اختتام دنیا تک سمجہی جاتی ہے اس سے یہہ مراد ہرگز نہین ہے کہ خدا تعالے سات ہزار برس سے ہی **خالق** ہے۔ بلکہ ہمارا اعتقاد ہے (اور ایسا ہی قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور اکابران اُمت کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے) کہ ہمارے آدم سے بہی پہلے لاکہون لاکھ آدم گذر چکے ہین اس سوال پر بحث کرنا اسوقت چونکہ ملحوظ خاطر نہیں اسلئے اسکو یہین چہوڑ کر اب اس حصہ کیطرف توجہ کرتے ہین کہ کیا یہہ واقعی امر ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے؟ اس کے جواب کے ہم تین حصے کرینگے۔ **اوّل** قرآن شریف سے اسکا ثبوت دینگے پھر احادیث نبی کریم اور اکابران ملت کی تحریرون سے۔ اور تیسرے حصہ مین آجکل کی تحقیقات کی رو سے اسپر کچہہ عرض کرینگے۔ پہلا حصہ۔ قرآن کریم کی اس کا ثبوت۔

قرآن کریم سے اسکا ثبوت دیتے وقت یہ امر قابل اظہار ہے کہ قرآن کریم چونکہ کوئی ایسی کتاب نہین جسکی غرض **مادیات** پر بحث ہو بلکہ وہ **ہدی للمتقین** ہے اسلئے اس نے عمر دنیا کے متعلق جو بحث کرنی چاہی ہے اوس کی غرض جیالوجی کے باریک مسائل کی تعلیم نہین بلکہ وہ اس راز کے انکشاف مین ایک عظیم الشان مجدد اور مامور کی پیشگوئی کرنی چاہتا ہے اور اسکا زمانہ اور اس زمانہ کے نشانات کو بیان کرنا اسکا مقصد اصلی ہے۔ وہ مجدد اور مامور الف ششم یا دنیا کے آخری ہزار مین آنیوالا تہا۔ اور اسکے زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے۔ از نیجہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے۔

قرآن کریم اور سات کا عدد

یہہ بات بہی بحضور دل یاد رکہنی چاہئے کہ خدا تعالے کی کتابون اور خاتم الکتب قرآن مجید مین بعض اعداد خاص مناسبت رکہا کرتے ہین منجملہ انکے سات و ۷۰ و ۷۰۰ و سات ہزار کے اعداد بہت بڑی خصوصیت رکہتے ہین انہین مین سے یہ **سات ہزار** کا ایک عدد ہے سات کے **عدد** کو جو خصوصیتین ہین انمین سے بعض حسب ذیل ہین۔

۱۔ قرآن کریم سات مختلف مذاہب سے بحث کرتا ہے

(الف) دہریون یعنی منکران ذات باری کو۔

(ب) منکران نبوت برہموؤن سے۔

(ج) یہود۔ نصاریٰ۔ بت پرست۔ مجوس۔ منافق

۲۔ قرآن کریم سات عظیم الشان عقاید حقہ کا بیان کرتا ہے

الف۔ خدا تعالے کی ہستی۔ ذات۔ صفات۔ اسماء اور افعال کی لطیف بحث۔

(ب) ملائکہ کے وجود انکے افعال و صفات کی فلاسفی

(ج) کتب الہیہ کا دلچسپ تذکرہ۔

(د) رسالت کی ضرورت اور ایمان بالرسل کی بحث

(ہ) تقدیر۔ یعنے ان اندازون پر فلسفیانہ بحث جو اللہ تعالے نے مقرر کئے ہین۔

(و) ختم نبوت کی بحث۔

(ی) اعمال صالحہ و سیئہ پر جزا و سزا کے متعلق۔

۳۔ قرآن کریم سات اعمال صالحہ کا ذکر فرماتا ہے۔

(۱) اقرار۔ (۲) نماز (۳) زکواۃ (۴) روزہ (۵) حج (۶) اخلاق فاضلہ۔ اور رذائل۔

۴۔ سات ہی نتائج حسنہ و اسکی پیش کرتا ہے (۱) صحت جسمانی۔ (۲) جسمانی آرام (۳) روحانی آرام (۴) قبر مین آرام (۵) حشر مین آرام (۶) صراط پر آرام (۷) جنت پر آرام۔

ایسا ہی اور بہت سے امور ہین محض مثال کے طور پر یہ چند دکہا دئیے ہیں۔

غرض اس پیچ پر سات ہزار کا عدد ایک ایسا عدد ہے جسکو الٰہی کتابون کے ساتہ ایک مناسبت ہے اب مین قرآن سے وہ ثبوت پیش کرنا چاہتا ہون جو اس دنیا کے سات ہزار سال کے متعلق ہے۔ قرآن کریم مین زمین و آسمان کے چہ دن کے اندر بنانے اور پھر خلق آدم کا ذکر کرنے کے اندر ایک روحانی سِر موجود ہے اور وہ یہہ ہے کہ تمام اشیاء کی تکمیل کیلئے ایک ستہ ضروریہ اللہ تعالے نے رکہا ہے اور یہ اشارہ تہا روحانی نظام کی تکمیل کیطرف جبکہ حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے آخر ہزار ششم وہ آخری حصہ اس دنیا کا ہوا۔ جس سے ہر ایک روحانی اور جسمانی تکمیل وابستہ ہے کیونکہ خدائی کارخانہ قدرت مین چھٹے دن اور چھٹے ہزار کو الٰہی نعل کی تکمیل کے لئے قدیم سے مقرر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام چھٹے دن مین یعنی بروز جمعہ دن کے اخیر حصہ مین پیدا ہوئے یعنی آپ کے وجود کا تمام و کمال پیرایہ چھٹے دن ظاہر ہوا گو خمیر آدم کا آہستہ آہستہ طیار ہو رہا تہا اور جمادی۔ نباتی۔ حیوانی پیدائشون کے ساتہ ہی شریک تہا لیکن کمال خلقت کا دن چھٹا تہا۔ یہی سر ہے جو قرآن شریف بہی گو نجماً نجماً نازل ہو رہا تہا مگر اوس کا کامل وجود بہی چھٹے دن ہی بروز جمعہ اپنے کمال کو پہونچا اور آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** نازل ہوئی ایسا ہی انسانی نطفہ بہی اپنے تغیرات کے چھٹے مرتبہ پر ہی خلقت بشری سے پورا حصہ پاتا ہے جسکی طرف **ثم انشأناہ خلقا آخر** مین اشارہ ہے اور وہ مراتب ستہ یہ ہین (۱) نطفہ (۲) علقہ (۳) مضغہ (۴) عظام (۵) لحم محیط عظام (۶) خلق آخر یہ ایک قانون قدرت ہے جس سے کوئی شخص بہی ہرچند وہ مذہب سے واسطہ نرکہتا ہو لیکن علم دوست ہو اسے ماننا پڑتا ہے۔ پس اس قانون قدرت سے جو روز ششم اور مرتبہ ششم کی نسبت معلوم ہوچکا ہے ماننا پڑتا ہے کہ دنیا کی عمر کا ہزار ششم بہی بہی اس کا آخری حصہ بہی عظیم الشان حصہ ہے اور وہ بالطبع کسی آدم کی خلق کو چاہتا ہے۔ ان لوگون کے لئے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے واقفیت رکہتے ہین اور علمی مذاق سے آشنا ہین یہ لطیفہ کچہہ مسرت بخش ہے کیونکہ اس سلسلہ کے امام کو خدا تعالے نے اسی مناسبت کیوجہ سے براہین احمدیہ مین آدم کہا اردت ان استخلف فخلقت آدم ہمکو اس مقام پر اس مضمون پر بحث نہین کرنی بلکہ اصل مضمون عمر دنیا کے متعلق ہے لیکن ہم پہلے لکہہ چکے ہین کہ عمر عالم کا مسئلہ قرآن کریم نے محض اس بنا پر حل کیا ہے کہ آخری زمانہ مین ایک عظیم الشان مصلح آنیوالا تہا۔ ورنہ جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہین قرآن شریف کی غرض کچہہ اور ہے عمر دنیا یعنے دور آدم کا زمانہ سات ہزار سال جو قرار دیا گیا ہے اسکے ثبوت کے لئے اولاً عالم کبیر کی خلقت کا بیان ہے **ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام** پہر انسان (جو عالم صغیر ہے) کی خلقت کیلئے چہہ مراتب بیان کئے گویا وہ پیدائش بہی چہہ دنین ہوئی۔ اور ایکدن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن کریم کی ثابت ہے کہ ہزار سال کا ہوتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون شہادت ہے۔ اب اس چہہ ہزار سال بعد جو آخری ہزار ہے وہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زمانہ عصر کا زمانہ قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن شریف مین ہے والعصر ان الانسان لفی خسر فرمایا ہے۔ اس سورۃ کے اعدادسے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنی تیئیس برس کل تمام و کمال زمانہ ہے کل مدت زمانہ کی ساتہ ملاکر ۴۷۳۹ برس دور آدم کا آنحضرت صلعم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الف خامس مین مبعوث ہوئے۔

ایک علمی نکتہ اس مقام پر اس نکتہ کا بیان کرنا خطرناک فروگذاشت ہے کہ الف خامس مریخ ستارہ کیطرف منسوب ہی وجہ تہی کہ جو آنحضرت صلعم کو ان مفسدون کو قتل اور سزا بسیف کا حکم ہوا جنہون نے مسلمانون کو قتل کیا اور قتل کرنا چاہا اور یہی خدا تعالی کا اذن اور حکم ہے مریخ کا حکم ہے لیکن آنحضرت صلعم کی ایک بعثت ثانی بہی ہے جو مہدی کے رنگ مین احادیث سے ثابت ہے۔ وہ ہزار ششم مین مقرر کیگئی ہے۔ اور وہ اسم احمد کی تجلی ہوگی جو جمالی اسم ہے وہ ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جو مامورین کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل و دانش اور مامور استدلال کو بڑہاتا ہے۔ پس الف سادس یا چہٹا ہزار ایک کامل ظہور اور بروز کو چاہتا تھا اور آدم چونکہ جلالی اور جمالی صفات کا مظہر تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہر دو صفات کے مظہر اتم تہے مگر آپ کا ظہور جلال الف خامس پر ہوا اور ظہور جمال کیلئے الف سادس مقرر ہوا تہا جو بروزی رنگ مین ہونیوالا تہا۔ اسلئے مہدی کا نام آنحضرت نے اپنا ہی نام ٹھہرایا۔

اس ظہور ثانی کیلئے آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم بہی اشارہ کرتی ہے اور تمام مفسرین نے بالاتفاق اسکو تسلیم کیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ پہر قرآن شریف کی ایک اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ہے جو مسیح موعود کے زمانہ سے وابستہ ہے۔ اور مسیح موعود کا زمانہ آیت استخلاف کے ماتحت بہی چہٹا ہزار ہی قرار پاتا ہے کیونکہ بائبل کے حساب کے موافق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ۴۷۳۹ برس ہوتے ہین۔ اور انجیل متیٰ کی بشارت کے موافق ہے کہ چودہوین صدی مین مسیح موعود آنا چاہئے جو چہٹے ہزار کو ظاہر کرتا ہے۔

پس جب ہم آیت استخلاف اور پہر ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ اور و آخرین منہم لما یلحقوا بہم کو ملاتے ہین تو چہٹے ہزار پر مسیح موعود کی بعثت قرار پاتی ہے جو بالکل صحیح ہے اور پھر اسکے ساتہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم مین تکمیل کے دو شعبے تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کو ملادین تو اور بہی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا وہی زمانہ ہے جو لیظہرہ علی الدین کلہ کا زمانہ ہے۔ پس یہ ساری آیات مجموعی طور پر **الف سادس** کا پتہ دیتی ہین۔ اور یہ اشارہ تکمیل آدم مین پہلے سے مرکوز ہے جو چہٹے دن ہوں۔

(باقی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دنیا مین ایک نذیر آیا پر دنیا نے اوسے قبول نہ کیا لیکن خدا اوسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملون سے اوسکی سچائی ظاہر کر دیگا

الدعوت

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین | شد ظہور وعدہائے انبیاء و مرسلین
تا بکے جنگ و نبرد و کارزارت با خدا؟ | اے سیہ باطن بترس از خشم رب العلمین

چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے اسلئے مین دوبارہ ظاہر کرتا ہون اور مین قسم حضرت احدیت جلشانہ کی کھا کر کہتا ہون کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ اس زمانہ مین اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی مین ایسے غرق ہو گئے مین کہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہین رہا اور وہ جو اسکی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھا اور لعن طعن حد سے گذر گیا ہے پس خدا فرماتا ہے کہ مین اپنے جنگ کرونگا* اور میرے وہ حملے اُن پر ہونگے جو انکے خیال وگمان مین نہین کیونکہ انہون نے جھوٹ سے اسقدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤن کے نیچے پامال کرنا چاہا پس خدا فرماتا ہے کہ مینے اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندون کے حملون سے بچاؤن اور سچائی کی حمایت مین اپنے نشان ظاہر کرون اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا مین ایک نذیر آیا پر دنیا نے اوسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اوسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملون سے اوسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ پس تم سوچ کر دیکھو کہ یہ کیسے دن مین جو تم دیکھ رہے ہو سچ کہو کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادون نے سُنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا اور جسطرح ابھی ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلون کو ہلا دیا اور عام نقصان پہونچا دیا اور لوگون کو دیوانہ سا کر دیا کبھی پہلے بھی تم نے یا تمہارے بزرگون نے اس ملک مین دیکھا تھا؟ اور یاد رکھو کہ یہ تمام واقعات صرف تکلف اور بناوٹ سے پیشگوئیان قرار نہین دیئے گئے بلکہ سالہا سال اونکے وجود سے پہلے براہین احمدیہ مین خبر دیگئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابون مین جو میری تالیف ہین یہ خبرین شایع ہو چکی ہین اور یہ تو پرانی مین ممکن ہے کہ اکثر لوگون کو بھول گئی ہونگی کیونکہ غفلت اور عادت اور بد ظنی یہ تینون جسجگہ اکٹھی ہو جائین وہان حافظہ کب درست رہ سکتا ہے خدا کے وعدے بھی ایمانداری سے ہی یاد رہتے ہین مگر جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو وہ ہزار نشانون کو بھی آنکھون سے دیکھکر ایسا دل سے اتار دیتا ہے جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینک دیا جائے۔ غرض مین اسوقت پرانی پیشگوئیون پر اکتفا نہین کرتا بلکہ مین ان پیشگوئیون کو پیش کرتا ہون جنکو شایع کئے جانے پر قریباً ایک مہینہ گذرا ہے دیکھو میرا اشتہار الوصیت جسکو مینے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو شایع کیا تھا یہی اشتہار الحکم نمبر ۷ جلد ۹ کے صفحہ ۱۱ پرچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کو بھی شایع ہوا اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ کالم ۲ مین شایع ہوا ہے ان پیشگوئیون مین سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہین کہ ۲۶ فروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جسکی صبح کو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء تھی مینے بطور کشف دیکھا کہ درد ناک موتون سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے مونہہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جائیگا یعنی نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہیگی نہ عارضی سکونت رہنے کا موقعہ اور عارضی سکونت کا موقعہ پر آفت آئیگی اور پھر مارچ کے مہینہ مین خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبون کو ایک نشان دکھایا جائیگا۔ اور یہ پیشگوئی بھی اوسی الحکم ۲۴ مارچ مین شایع ہو چکی ہے۔ اب اے عزیزو! سوچ کر دیکھو کیا یہ زلزلہ جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو اس ملک مین ظاہر ہوا وہی نشان نہین ہے؟ جسکی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے دیکھو کتابون مین لکھا گیا تہا کہ مہدی موعود کے زمانہ مین رمضان مین کسوف خسوف ہوگا اور مسیح موعود کی نسبت خود عیسائی صاحبون کی انجیل مین ہے کہ مسیح کے وقت مین مری پڑیگی یعنی طاعون۔ اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کریگا اور سخت زلزلے آئینگے پس تمنے ان تمام علامتون کو اپنی آنکھون سے دیکھ لیا پھر جبکہ تمام نشان ظاہر ہو چکے ہین اور ان دونون منصبون کا مدعی مین ہون جو تم مین اسوقت پچیس سال سے موجود ہون پس میرے بعد کس کا انتظار کروگے؟

ان تمام علامتون کا مصداق تو وہ ہے جو ان نشانون کے ظہور کے وقت موجود ہے نہ وہ کہ جسکا ابھی دنیا مین نام و نشان نہین۔ یہ عجب سخت دلی ہے جو سمجھ مین نہین آتی جبکہ میرے دعوے کے ساتھ سب نشان ظاہر ہو چکے اور میری مخالفت مین کوششین بھی ہو کر انمین نامرادی اور ناکامی رہی مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے؟ ہان یہ سچ ہے کہ مین نہ جسمانی طور پر آسمان سے اترا ہون اور نہ مین دنیا مین جنگ اور خونریزی کرنے کے لئے آیا ہون مگر مین خدا کی طرف سے ہون مین یہ پیشگوئی کرتا ہون کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہین آئیگا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا مین ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو اور نہ کوئی ایسا مسیح آئیگا جو کسی وقت آسمان سے اتریگا ان دونون سے ہاتھ دھو لو یہ سب حسرتین ہین۔ جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر مین لیجائینگے نہ کوئی مسیح اتریگا۔ اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا جو شخص آنا تہا وہ آچکا وہ مین ہی ہون جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا جو شخص مجھے قبول نہین کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے کیون ایسا کیا حالانکہ ایسی غلطیان یہود سے بھی ہوتی رہی ہین اور ان کے علماء بھی پیشگوئیون کے سمجھنے مین ٹھوکر کھاتے رہے مین کہ سمجھا کچھ اور آخر ظاہر ہو گیا کچھ۔ عزیزو باشرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آگئے اور آسمان تمہین وہ کرشمے دکھا رہا ہے جنکی تمہارے آباؤ اجداد کو خبر نہ تھی مبارک وہ جو میرے بارے مین ٹھوکر نہ کھاوین۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۵ اپریل ۱۹۰۵ء

* جنگ سے مراد انسانی جنگ نہین ہے بلکہ فرشتون کا جنگ اور قضاء وقدر کا جنگ مراد ہے۔ ** دیکھو ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۱۲۳ پر بھی یہ الہام شایع ہو چکا ہے۔ منہ

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بچشم نشانے است کبیر

۴ - اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو ایک ایسا عظیم الشان نشان خدا کے برگزیدہ مہدی و مسیح کی تائید اور صداقت میں ظاہر ہوا ہے جو صدیوں سے اہل دنیا نے نہ دیکھا ہوگا۔

میرا یہ کلام مبالغہ اور تاریخ سے بے خبری پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جیسا کہ میں واقعات کی بنا پر دکھاؤنگا۔ حق اور حقیقت پر مبنی ہے یہ ایک ٹھیک (امر واقعہ اور ٹھوس و تہہ) صداقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر وہی جو خدا تعالے کے سنن سے ناواقف ہے

اس امر کو سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ جب کوئی مامور اور مرسل دنیا میں اصلاح خلق کے لئے آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی طبیعتوں میں بیداری کی حالت پیدا کرنے کے لئے اور نیز ان بد اعمالیوں کی پاداش اور عقوبت کے لئے جن کی کثرت اس مامور کی بعثت کا موجب اور باعث ہوتی ہے خدا تعالے مختلف رنگوں میں عذاب الٰہی نازل کرتا ہے۔ اس عذاب کے نزول میں ایک یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ چونکہ خدا تعالے کا مامور اور اس کی جماعت بھی انہیں اسباب عادیہ اور قوانین قدرتیہ کے ماتحت ہوتے ہیں جو دوسروں پر حکومت کرتے یا اثر ڈالتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ مامور اور اسکی قوم کے ساتھ اس نشان رحمت ظاہر کرتا ہے جو دوسروں پر حجت اور مخلص مومنین کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو جاتا ہے سنت اللہ سے ناواقف اور ماموروں کی سیرۃ پر نگاہ نکرنے والی قوم ان باتوں کو سن کر ہنستی اور بیباکی اور شوخی میں ترقی کرتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے مامور کو ماننے والے اور اس پر ایمان لانے والے ان عذابوں اور عتابوں کو ایک نیا ایمان عطا کرنے والے ملائکہ اور تضرع کی حالت پیدا کرنے والے الارم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ماموروں کے ارسال اور نزول عذاب کے متعلق فرمایا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلهم یضّرعون اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

یعنی جب کوئی نبی اور رسول مامور اور مبعوث ہوتا ہے تو اس کے ساتھ عذاب بھی آتا ہے۔ پس عذاب الٰہی اور خدا کے مامور و مرسل کی بعثت ایک پہلو سے لازم و ملزوم امر ہیں سو انسان اور صاحبدل وہ انسان ہوتا ہے کہ اگر وہ کم از کم مامور کی بعثت اور اسکی اول دعوت پر کسی وجہ سے قبول کرنے کی توفیق نہ پاسکے تو جب آسمان کی حالت بدلی ہوئی دیکھے تو خدا کے خوف سے ڈر جاوے۔ مگر تھوڑے ہوتے ہیں جو عبرت حاصل کرتے ہیں

اسکے نمونے ہر زمانہ میں جب خدا کے مامور آتے رہے ہیں دیکھے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی مجید کتاب ان امور پر پوری روشنی ڈالتی ہے اس وقت چونکہ خدا کے فضل سے پھر ایک مامور دنیا میں آیا ہے اور جیسا کہ پہلے سے مقدر تھا اور نبیوں اور رسولوں کی معرفت وعدہ دیا جا چکا تھا اسکے سارے نشان ظاہر ہو چکے اور ہو رہے ہیں تیئس برس کے قریب زمانہ گذرتا ہے کہ جب اس نے خدا تعالے کیطرف سے وحی اور اطلاع پا کر اپنی کتاب براہین احمدیہ میں یہ الہام شائع کیا تھا جس پر [illegible] سال کا زمانہ گذرتا ہے۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

جب اسے یہ وحی ہوئی اسوقت وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زور آور حملے کونسے ہیں اسے ہرگز معلوم نہ تھا۔ کہ وہ دنیا میں ایک رسول اور مامور کی حیثیت سے آیا ہے ہاں وہ یہ جانتا تھا اور ایمان لاتا تھا کہ یہ خدا تعالے کی وحی ہے اور اس پر اتری ہے اور اسکے متعلق ہے۔ اس وحی کو اسنے مختلف اوقات اور مختلف تصنیفات میں اپنی تائید میں پیش کیا۔ جب ۱۸۸۸ء میں اسنے خدا تعالے سے مامور ہو کر بیعت کا اعلان شائع کیا تو اس میں یہ الہام شائع کیا۔

واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون۔

خدا تعالیٰ کی مجید کتاب سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ وحی حضرت نوح علیہ السلام کو ہوئی تھی۔ اور اسکے وقت میں جو خطرناک طوفان آیا۔ یہ وحی اسکی خبر دیتی اور مخلوق کے غرق ہونے کی پیشگوئی کرتی تھی۔ خدا کا یہ مامور بجائے خود سمجھتا تھا کہ دنیا پر کوئی عذاب شدید آنے والا ہے اور دنیا میں ایک نذیر آیا۔ والا الہام بھی تائید کرتا تھا۔ اور اس وحی بیعت سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ خدا کا یہ مامور نوح کا بھی مثیل ہے۔ لیکن ابھی تک اہل عصر ناواقف تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کھلی کھلی وحی کے ذریعہ آپ پر ظاہر کر دیا کہ آنیوالا موعود مسیح تو ہی ہے اب اسکے بعد دنیا کی کتابیں ایک نیا زمانہ شروع ہوا کہ ہر طرف سے شور مخالفت بلند ہوا۔ اور جو جس سے ہو سکا۔ اسنے اسکی مخالفت میں کیا اور اپنی ناکامی اور نامرادی کو خوب ہی دیکھا۔ مگر بےحیائی کہ اسقدر نامرادیوں اور ناکامیوں پر بھی شوخی اور شرارت بڑھتی گئی میں اسوقت کوئی تاریخ لکھنے نہیں بیٹھا مجھے صرف عام واقعات کو یاد دلانا ہے جوں جوں مخالفت بڑھتی گئی شوخی اور شرارت میں ترقی ہوئی خدا کی غیرت بھی جوش زن ہوتی گئی۔ جب امن کے نشانوں سے لاپروائی کی گئی تو آخر سنت اللہ کے موافق وہ نشان ظاہر ہونے لگے جو عذاب کے نشان تھے۔ چنانچہ سب سے پہلا نشان اور خدا کا زور آور حملہ طاعون کے رنگ میں ظاہر ہوا طاعون کے ذریعہ جو کچھ حالت ملک اور اہل ملک کی ہوئی ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں رہی مگر افسوس جب اس عذاب الٰہی کی اس دردمند قوم نے اہل ملک کو خبر دی تو ابنائے ملک نے اسکو بھی ہنسی اور ٹھٹھوں میں اڑایا اور اسکی کچھ پرواہ نہ کی یہانتک کہ ملک تباہ ہو گیا ہے اور یتیموں اور بیواؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کے سامنے ایک اور امر واقعی پیش کروں شاید کسی سعید الفطرت کو فائدہ ہو۔ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے پہلے طور پر زور آور حملوں کا ذکر کیا۔ اور پھر نوح نام رکھا اور کشتی بنانے کا حکم دیا اور ایک غرق ہونے والی قوم کا نشان بتایا۔ اور اسی براہین میں مسیح ابن مریم بھی ٹھیرایا۔ اب اگر یہ انسانی منصوبہ اور خیالی باتیں نہیں۔ تو قطع نظر اسکے کہ مفتری علے اللہ نعوذ اور فلاح کا وارث نہیں ہوتا عام طور پر بھی کسی منصوبہ باز کی نظیر نہیں مل سکتی جو اسقدر عرصہ دراز پہلے خبر دے اور وہ واقعات اسکی زندگی میں پورے ہوں۔ یہ نا ممکن ہے کہ جب تک کوئی خدا کیطرف سے ہو۔ اور صادق نہ ہو۔

انجیل۔ جب ہم دیکھتے ہیں تو ان واقعات پر اور بھی بڑی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ مسیح نے اپنی دوبارہ آمد کے جو نشان بتائے ہیں۔ ان پر غور کرو تو عجیب عجیب باتیں معلوم ہوتی ہیں چنانچہ مسیح نے اپنے دوبارہ آنیکا نشان یہ بتلایا ہے کہ ان دنوں میں فوراً سورج اندھیرا ہو جائیگا۔ اور چاند اپنی روشنی نہیں دیگا اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے اور وہ نرسنگے کے بڑے شور کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وے اسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کی اس حد سے اس حد تک جمع کرینگے جب تم یہ سب کچھ دیکھو تو جانو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب کچھ ہو نہ لے اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائینگے آسمان و زمین ٹل جائینگی پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی لیکن اوس دن اور اوس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا جیسا نوح کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کا آنا بھی ہوگا کیونکہ جس طرح ان دنوں میں طوفان کے پہلے کھاتے پیتے بیاہ کرتے بیاہے جاتے تھے اس دن تک کہ نوح کشتی پر چڑھا اور نہ جانتے تھے جبتک کہ طوفان آیا اور ان سب کو لے گیا اسطرح ابن آدم کا آنا بھی ہوگا یعنی جسطرح کہ نوح کی کشتی بنانے سے پہلے لوگ امن اور آرام سے بستے تھے کوئی ارضی یا سماوی حادثہ ان پر وارد نہ تھا اسی طرح ابن آدم یعنی مسیح بھی لوگوں کے آرام اور خوشحالی کے وقت میں آئیگا اور اس کے آنے سے پہلے کسی قسم کا حادثہ لوگوں پر نازل نہیں ہوگا بلکہ معمولی طور پر امن اور راحت سے دنیا اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگی۔ دیکھو متی باب ۲۴۔

حضرت مسیح کے اس بیان میں بظاہر صورت جسقدر تناقض ہے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کیونکہ اونہوں نے اپنے اترنے سے پہلے اس امر کو ضروری ٹھیرایا ہو کہ سورج اندھیرا ہو جائے اور چاند روشنی نہ دیوے اور ستارے آسمان کے زمین پر گر جائیں سو ان علامات کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ جس وقت سورج اندھیرا ہو گیا اور چاند کی روشنی جاتی رہی تو پھر دنیا کیونکر نوح کے زمانہ کی طرح امن سے آباد رہ سکتی ہے بھلا یہ بھی جانے دو شاید دنیا سخت مصیبت کے ساتھ گذارہ کر سکے لیکن زمین پر ستاروں کے گرنے سے کیا زمین کے باشندوں میں سے کوئی باقی رہ سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر آسمان کا ایک بھی ستارہ زمین پر گرے تو تمام دنیا کے ہلاک کرنیکے لئے کافی ہے کیونکہ کوئی ستارہ عرض طول میں زمین کے کرہ سے کم نہیں ہے ایک ستارہ اگر گرے زمین کی تمام آبادی کو دبا سکتا ہے چہ جائیکہ تمام ستارے زمین پر گریں اور ان کے گرنے سے ایک آدمی کو بھی